بینی نارائن جہاں

مُرتّبہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی، ام۔اے؛ پی ایچ۔ڈی؛

پروفیسر و صدر

شعبۂ اُردو، پنجاب یُونیورسٹی، لاہور

سلسلۂ مطبوعاتِ اُردو دُنیا، نمبر ۱۲

چارگلشن

مؤلفہ
بینی نارائن جہاں

مرتبہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی، ام۔ اے؛ پی ایچ۔ ڈی؛
پروفیسر و صدر
شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

فہرست

رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

سُبحان اللہ کیا لکھوں اور کیا بیان کروں صفت
اُس پروردگار کی کہ جسکے نور سے ارض و سما
روشن ہوا ۔ اور ایک قطرۂ پانی اُسکی قُدرت
کاملہ سے بصُورتِ حضرتِ آدم جلوہ گر ہو کر رشک
افزائے گلشن ہوا ۔ قلمِ دو زبان کو کیا قُدرت
کہ اُسکی صفت بیان کر سکے ۔ اور آدمِ سُست بُنیاد
کو کہاں طاقت کہ اُسکی توحید کی راہ میں قدم دھر

قلمی نسخے کے پہلے صفحے کا عکس

سے گلزارِ جہاں نے اُسی کی آب یاری سے

سرسبزی اور شادابی پائی: اور جو کہ اُسکے حکم

سے برخلاف ہوا اُسنے تھوڑے دنوں میں اپنی

منزلت و عزت گنوائی: جدن سے کہ اُس

صانع نے مانکے پیٹ میں پُتلا انسان کا بنایا پانچ

مہنے پیش از پیدا ہونے کے اُسکی مانکی چھاتیوں

میں دُودھ اپنی صفتِ رزاقی سے پیدا کیا: پس

آدمی کو لازم ہی کہ روز و شب اُسکے نام کو ورد

اپنا کرے: اور سوا اُسکے سبکو چھوڑ کے اُسی

کا دم بھرے: تصدق ہیں اُسکی کریمی کے کہ جسنے

اپنی رزاقی سے آدم خاکی کے واسطے چاند اور

قلمی نسخے کے دوسرے صفحے کا عکس۔

در کھا چار گلشن جو ہیں اسکا نام ۔ نہ ہے گی خزاں دور اس سے

سنے جو کوئی اسکو کہیو یقین ۔ نکرے گا مصنف کو بس آفرین

کہانی ہوئی اب یہاں سے تمام ۔ بحق محمد علیہ السلام

تمام شد بتوفیق اللہ

قلمی نسخے کے آخری صفحے کا عکس

پیش لفظ

بینی نارائن جہاں فورٹ ولیم کالج کے مصنفوں میں کسی طرح کم مرتبہ نہیں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے زمانے میں زیادہ مشہور نہ ہوئے۔ اس کا ایک بڑا سبب تو یہ ہے کہ ان کی دلچسپ داستان چار گلشن کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اگر یہ کتاب، بعض دوسری کتابوں کی طرح، اسی زمانے میں فورٹ ولیم کالج سے شائع ہو جاتی تو، اس میں شبہہ نہیں، کہ وہ بھی اپنے دوسرے ہم عصروں کی طرح اس وقت کے نامور مصنف تصور کئے جاتے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس لئے ان کو کچھ زیادہ شہرت نصیب نہ ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ایک بلند مرتبہ لکھنے والے تھے اور ان کی داستان 'چار گلشن' ایک اعلیٰ پائے کی ادبی تالیف تھی۔

یہ کتاب بینی نارائن جہاں نے ۱۸۱۱ء مطابق ۱۲۲۵ھ میں منشی امام بخش کی فرمائش پر اردو زبان میں لکھی اور اس کا مسودہ فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی (اردو) زبان کے پروفیسر کپتان ٹیلر کے سامنے پیش کیا۔

دیباچے میں لکھتے ھیں ۔

''اب یہ ذرۂ بے مقدار، عاصی، گنہگار، بندہ بینی نارائن ابن رائے شودرشٹ نارائن نبیرۂ مہاراجہ لچھمی نارائن مرحوم قوم کھتری مہتہ، ساکن دارالسلطنت لاھور، جو بیچ سال ۱۲۱۵ھ کے عہد میں نواب معلی القاب، مارکویس ولزلی گورنر جنرل بہادر کے ھمراہ رکاب برادر صاحب و قبلہ رائے کھیم نارائن صاحب دام اقبالہ کے، کہ یہ عہدۂ وکالت وزیرالممالک ھندوستاں نواب سعادت علی خاں بہادر دام اقبالہ کے، بیچ شہر لطافت بہر کلکتہ کے آئے تھے، وارد ھوا۔ اس کو دس برس کا عرصہ ھوا ھوگا کہ حالت بیکاری میں گرفتار ھے ۔ اور اب کہ سنہ ایک ھزار اور دو سو پچیّس ھجری ھیں عہد دولت میں نواب مستطاب، گردوں رکاب، مہر سپہر دولت بختیاری ماہ تابان اوج حشمت و کامگاری، دوست پرور، دشمن گداز، ظالم سوز، غریب نواز مشیر خاص الخاص، بادشاہ کیواں بارگاہ انگلستان، زبدۂ نؤنئینان عظیم الشان گورنر جنرل،اشرف الامراء لارڈ منٹو صاحب بہادر دام اقبالہ کے ایک دن اس کہانی کو، کہ بہت دنوں سے اس گنہہ گار کو یاد تھی، برسبیل مذکور کے، روبرو منشی صاحب مہربان، معدن لطف و احسان منشی امام بخش صاحب کے بیان کیا ۔

منشی صاحب ممدوح اس کہانی کے سننے سے نہایت محظوظ ھوئے اور بہ ضد ھو کے اس عاصی کو فرمایا کہ ' اس قصۂ لطیف اور کہانی نادر کو قلم زبان سے زبان قلم میں لائیے اور زبان ھندی میں اوپر صفحہ کاغذ کے لکھئیے ۔ اور جناب مستطاب میں صاحب والا مناقب یعنی کپتان ٹیلر صاحب دام دولتہ، کے گذارئیے کہ اگر ان

کو جان سخن کہیے تو بجا ہے ۔ بلکہ جان سخن کہنا سزا ہے ۔ اس کے سننے سے وہ جنابؑ محظوظ ہوویں ۔ اور بہ‌سبب اس قصے کے نام آپ کا بھی ورد زبان رہے ۔

سو اس عاصی نے بہ‌موجب فرمانے منشی صاحب موصوف کے، جو کہ عقل ناقص میں آیا قلم زبان سے زبان قلم میں حوالے کیا [1]

کپتان ٹیلر کو یہ داستان پسند آئی اور انہوں نے اس کو انعام کا مستحق ٹھہرایا ۔ چنانچہ اس کا مسودہ کالج کے کتب‌خانے میں داخل کیا گیا اور بینی نارائن جہاں کو اس کا صلہ انعام کی صورت میں ملا(۲)۔ لیکن یہ کتاب اس وقت کالج کی طرف سے شائع نہ ہوسکی ۔ غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت کالج کے سامنے کتابوں کی اشاعت کے کوئی خاص منصوبے نہیں تھے ۔ چنانچہ اس کا قلمی نسخہ کالج کے کتب‌خانے میں محفوظ رہا ۔ اس کا ایک نسخہ کسی طرح ایک صاحب مسٹر ایچ ایچ ولسن (H.H. Wilson) کے ہاتھ بھی لگا اور ان کے ساتھ لندن پہنچا ۔ برٹش میوزیم لندن نے اس کو مسٹر ولسن سے ۱۲ جنوری ۱۸۶۱ کو خریدا ۔ چنانچہ اس نسخے پر انگریزی کی یہ عبارت ملتی ہے ۔

Purchased of Mr. Wilson, 12 Jany. 1861

یہ نسخہ بڑے سائز کے ۹۰ اوراق پر مشتمل ہے ۔ اور خط نستعلیق میں جلی لکھا ہوا ہے ۔ صفحے کی لمبائی ۱۰ $\frac{3}{8}$ انچ اور چوڑائی سات انچ ہے ۔ ہر صفحے میں گیارہ سطریں ہیں اور ہر سطر

---

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ دیباچہ چارگلشن قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ صفحہ ۱ - ۲ ۔

(۲) ROEBUCK : Annals of the College of Fort william p. 339

کی لمبائی پانچ انچ ہے ۔ برٹش میوزیم کے شعبۂ مشرق کے کتب خانے کی فہرست مخطوطات میں اس کا نمبر Additional 24046 ہے(۱) ۔

خیال یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اس دلچسپ داستان کا صرف یہی ایک قلمی نسخہ ہے ۔ کریم الدین نے یہ معلومات ضرور فراہم کی ہے کہ اس کا قلمی نسخہ فورٹ ولیم کالج کے کتب خانے میں تھا جو بعد میں ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں منتقل کردیا گیا(۲) لیکن اب یہ نسخہ نایاب ہے۔ رائل ایشاٹک سوسائٹی لندن کے کتب خانے میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ۔ ھوسکتا ہے کلکتہ میں رہ گیا ھو لیکن اب یہ نسخہ ظاہر ہے کہ ھماری دسترس سے باہر ہے ۔

یہ داستان اس سے قبل کبھی شائع نہیں ھوئی ۔ اور بہت کم لوگوں کو اس کے قلمی نسخے کا دیکھنا نصیب ھوا ہے ۔ اس لئے اب اس کو مع ایک مفصل مقدمے کے شائع کیا جاتا ہے ۔

عبادت

یونیورسٹی اورئینٹل کالج
۲۵- اپریل ۱۹۶۷

---

(۱) بلوم ھارٹ ۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن
(۲) کریم الدین : طبقات شعرائے ھند : ص ۳۱۱

مقدمه

بینی نارائن جہاں فورٹ ولیم کالج کے ایک اہم لکھنے والے تھے ۔ لیکن ان کی اہمیت سے بہت کم لوگ واقف ہیں ۔ ادبی مورخوں نے اپنی تاریخوں میں ان کا ذکر تو کیا ہے لیکن ایک اعلیٰ درجے کے مصنف کا جس طرح جائزہ لینا چاہئیے، اس طرح ان کا جائزہ لینے کی کوشش نہیں کی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی ان کی ادبی تصانیف کو نہیں دیکھا ہے ۔ اور ان تصانیف کو نہ دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ان کو اشاعت سے ہمکنار ہونا نصیب نہیں ہوا ہے ۔ ان کے قلمی نسخے بھی سات سمندر پار انگلستان کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں، اور ان تک رسائی کوئی آسان بات نہیں ہے ۔

یہ بات بظاہر تو عجیب معلوم ہوتی ہے کہ بینی نارائن فورٹ ولیم کالج میں ملازم رہے ۔ وہاں انہوں نے تصنیف و تالیف

کا کام بھی کیا لیکن ان کی تصانیف کالج کی طرف سے شائع نہیں کی گئیں ۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ بات ایسی کچھ عجیب نظر نہیں آتی ۔ دراصل بات یہ ہے کہ بینی ناراین جہاں کو تاخیر سے فورٹ ولیم کالج کے ساتھ منسلک ہونے کا موقع ملا ۔ جس وقت وہ کالج کے باقاعدہ ملازم ہوئے ہیں اس وقت اس کے اقبال کا آفتاب گہنا رہا تھا ۔ پہلے دور کی سی بات اب باقی نہیں رہی تھی ۔ ڈاکٹر گل کرسٹ، عرصہ ہوا، ملازمت سے سبکدوش ہو کر انگلستان جا چکے تھے ۔ اور انہوں نے کتابوں کی اشاعت کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس سے ارباب اختیار کو اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی ۔ کالج میں لکھنے والے تو اب بھی موجود تھے ۔ ان کے لکھنے کا سلسلہ بھی جاری تھا ۔ لیکن ان کی کتابوں کی اشاعت بند ہو گئی تھی ۔ بینی ناراین جہاں کو بھی ان حالات کا شکار ہونا پڑا ۔ اور ان کی کتابیں بھی شائع نہ ہو سکیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ادبی کارنامے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے اور انہیں خاطرخواہ شہرت نصیب نہیں ہوئی ۔

بینی ناراین جہاں بنیادی طور پر ایک نثر نگار تھے ۔ انہوں نے ماحول کے اثر سے شاعری ضرور کی لیکن قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری نے اس زمانے میں کوئی خاص مقام پیدا نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اپنے تذکرے دیوان جہاں کے شروع میں اپنے حالات نظم میں لکھے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاعر تھے ۔ لیکن ان کا کلام کہیں اور نہیں ملتا ۔ ان کے معاصر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ سید حیدر بخش حیدری ان کے محسن تھے لیکن ان کے تذکرے میں

بینی ناراین جہان کا ذکر نہیں ہے ۔ مرزا علی لطف نے بھی اپنے تذکرے گلشن ہند میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ نساخ کا تذکرہ سخن شعرا بھی ان کے ذکر سے خالی ہے ۔ صرف کریم الدین ایک ایسے تذکرہ نگار ہیں جنہوں نے اپنے تذکرے طبقات شعرائے ہند میں بینی ناراین جہان کا ذکر کیا ہے، اور کسی قدر تفصیل سے ان کے حالات لکھے ہیں ۔ اس کے علاوہ کسی اور تذکرے میں ان کا ذکر نہیں ملتا ۔

اردو کی ادبی تاریخوں میں ان کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن ان کے حالات کی تفصیل ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی کتاب میں پیش نہیں کی ہے ۔ سکسینہ نے ''تاریخ ادب اردو میں، سید محمد نے ''ارباب نثر اردو،، میں اور حامد حسن قادری نے ''داستان تاریخ اردو،، میں ان کے حالات سے متعلق معمولی سی معلومات فراہم کی ہے ۔

سکسینہ نے صرف اتنا لکھا ہے :-

''بینی ناراین متخلص بہ جہان ''دیوان جہان،، کے مصنف ہیں جس مین ایک تذکرہ ہندوستانی شعراء کا بھی شامل ہے (۱) جو کپتان روبک صاحب سیکریڑی فورٹ ولیم کالج کی فرمائش پر ۱۸۱۲ء میں لکھا گیا ۔ اور انہیں کے نام معنون بھی ہے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک فارسی قصہ کا ترجمہ ''چار گلشن،، کے نام سے

---

۱ ۔ سکسینہ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔ دیوان جہان کو انہوں نے بینی ناراین کا دیوان سمجھ لیا ہے اور یہ قیاس کیا ہے کہ اس دیوان میں شعراء کا تذکرہ بھی شامل ہے، حالانکہ دیوان جہان تذکرے کا نام ہے ، تاریخ ادب اردو (حصہ نثر) ص ۱۳

کیا جس میں بادشاہ کیوان اور فرخندہ کے حالات درج ہیں ۔ یہ قصہ ۱۸۱۱ء میں منشی امام بخش کے ایما و اصرار سے تیار کیا گیا اور کپتان ٹیلر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا جنہوں نے اس کو پسند کرکے مصنف کو انعام سے سرفراز کیا اور اس کی اصل کتب خانہ کالج میں داخل کرادی ۔ گارساں دی تاسی کی تحقیق ہے کہ انہوں نے شاہ رفیع الدین صاحب کی تنبیہہ الغافلین کا بھی ترجمہ اردو میں ۱۸۲۹ء میں کیا ' وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بینی نارائن مسلمان ہوگئے تھے ، اور مولانا سید احمد صاحب سے بیعت بھی کرلی تھی ،، (۱)

سید محمد نے ارباب نثر اردو ''میں ان کے حالات کی صرف اتنی تفصیل بہم پہنچائی ہے :-

''بینی نارائن لاہور کے ایک معزز اور علم دوست خاندان کے رکن تھے ۔ ان کے والد مہاراجہ لکشمی نارائن ایک متمول رئیس اور بڑے بھائی رائے کھیم نارائن اچھے خاصے عالم اور شاعر تھے ۔ ان کا تخلص رند تھا ۔ بینی نارائن نے اپنی کتابوں کے دیباچوں وغیرہ میں اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لاہور کے باشندے تھے ۔ ان کی پیدائش اور تعلیم لاہور ہی میں ہوئی ۔ گردش زمانہ سے وہ بہت تباہ حال اور تنگ دست ہوگئے اور چند ہی روز میں آسمانی سلطانی آفتوں نے امارت و تمول سے محروم کرکے تلاش معاش کے لئے آوارہ وطن کردیا ۔ پے در پے پریشانیاں اٹھا کر بالاخر وطن کو خدا حافظ کہا اور آب و دانہ

---

(۱) رام بابو سیکسینہ : تاریخ ادب اردو (نولکشور تیسرا اڈیشن) ص ۱۴۳

کی تلاش میں کئی سال ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے کلکتہ جا پہنچے ۔ ان کے کلکتہ آنے کا باعث فورٹ ولیم کالج کے قیام اور وہاں اہل قلم کی قدردانی و پرورش کی خبریں تھیں ۔ جس وقت یہ کلکتہ پہنچے فورٹ ولیم کالج کا دور اول گزر چکا تھا ۔ ڈاکٹر جان گل کرسٹ جو اس کالج کے روح رواں اور مولفوں کے بہت بڑے سرپرست تھے اس کی صدارت سے سبکدوش ہوکر اپنے وطن کو واپس ہوچکے تھے ۔ کمپنی کے ارباب حل و عقد نے کالج کے دائرۂ عمل کو محدود کرنا شروع کردیا تھا اور وہاں نئے اہل قلم کی سرپرستی و اعانت کا کوئی سامان نہ تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ بینی نارائن کلکتہ پہنچتے ہی کوئی عمدہ خدمت حاصل نہ کرسکے اور ان کو نووارد سمجھ کر کسی نے ان کی طرف توجہ نہیں کی ۔ غرض یہاں بھی بارہ برس کا زمانۂ دراز عسرت و پریشانی میں بسر ہوا ۔ اس عرصہ میں انہوں نے کالج کے مشہور ارباب قلم اور مولفین سے راہ و رسم پیدا کرلی اور خصوصاً سید حیدر بخش حیدری سے ان کا ربط ضبط بڑھ گیا ۔ ان ہی کی سفارش سے بینی نارائن کو کپتان ٹامس روبک کے ہاں باریابی کا موقع ملا ۔ کپتان مذکور نے ان کو کالج کے ارباب قلم میں ملازم رکھ لیا اور تصنیف و تالیف کا کام لینے لگے ۔

کالج کی سلک ملازمت میں داخل ہوکر بینی نارائن نے دو کتابیں تالیف کی ہیں ۔ (۱) ''چار گلشن،، اور (۲) ''دیوان جہان،، گارسان دی تاسی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس کے علاوہ مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کی فارسی کتاب تنبیہ الغافلین کا بھی ۱۲۴۵ھ میں اردو ترجمہ کیا ہے ۔ گارسان دی تاسی ہی کا بیان ہے کہ

بینی نارائن نے مذہب اسلام قبول کرلیا تھا اور مشہور مولوی سید احمد صاحب بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس بیان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بینی نارائن کا ترجمہ تنبیہ الغافلین موجود ہے جس سے یہ بیان بالکل مصدقہ ہوجاتا ہے۔ ان کی تاریخ وفات کا کہیں بھی پتہ نہیں چلا۔ البتہ گارسان دی تاسی کے مذکورۂ بالا بیان کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ ۱۲۴۵ھ کے بعد وفات پائی ہوگی،، ۔ (۱)

اور مولانا حامد حسن قادری نے ''داستان تاریخ اردو میں صرف اتنی معلومات فراہم کی ہے۔

''بینی نرائن جہان لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد مہاراجہ لکشمی نارائن بڑے رئیس تھے۔ ان کے بھائی رائے کھیم نرائن عالم و شاعر تھے۔ رند تخلص کرتے تھے۔ بینی نارائن روزگار سے تباہ ہوکر کلکتہ پہنچے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر گلکرسٹ فورٹ ولیم کالج سے رخصت ہوکر ولایت چلے گئے تھے۔ بینی نارائن ایک عرصے تک کلکتہ میں بیکار اور پریشان رہے۔ پھر حیدر بخش حیدری کے وسیلے سے کالج میں ملازم ہوئے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں (۱) چارگلشن (۲) دیوان جہان (۳) ترجمہ تنبیہ الغافلین۔ یہ کبھی شائع نہیں ہوئیں۔ برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں ان کے مسودے محفوظ ہیں۔ (۲)

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لکھنے والوں کی معلومات بینی نارائن جہان کے بارے میں محدود تھی۔ اور ان سب نے ان کے بارے میں کم و بیش ایک ہی قسم کا مواد فراہم کیا ہے

(۱) سید محمد : ارباب نثر اردو (لاہور) ص ۲۴۹-۲۵۱

(۲) حامد حسن قادری : داستان تاریخ اردو (آگرہ ۱۹۴۱) ص ۱۳۴

بات یہ ہے کہ بہت سے ماخذ تک ان کی رسائی نہ ہوسکی۔ اسی لئے ان میں سے کوئی ایک بھی اس سلسلے میں تحقیق کے ساتھ کوئی نئی بات نہ کہہ سکا۔

بینی نارائن جہان کے حالات پر جن ماخذ سے نئی روشنی پڑتی ہے ان میں ایک تو خود ان کی تحریریں ہیں۔ دوسرے ان کے بڑے بھائی کھیم نرائن رند کی غیر مطبوعہ داستان ''قصہ جان و دل،، کا وہ دیباچہ ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندانی حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور اس ماحول کی تصویر بھی پیش کی ہے جس میں خود انہوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی بینی نرائن جہان نے زندگی کے دن گذارے تھے۔ اور تیسرے کریم الدین کے تذکرے طبقات شعرائے ہند اور گارساں دی تاسی کی تاریخ ادب میں لکھے ہوئے وہ حالات ہیں جو بڑی محنت سے جمع کئے گئے ہیں، اور جن سے بینی نارائن جہان کی زندگی اور ادبی کارناموں کے بارے میں بعض نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

چار گلشن کے شروع میں دیباچے کے طور پر بینی نارائن جہان نے اپنے حالات بیان کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

''اب یہ ذرۂ بے مقدار عاصی، گنہگار، بندۂ بینی نارائن این رائے شودرشٹ نارائن نبیرہ مہاراجہ لچھمی نارائن مرحوم، قوم کھتری مہتہ، ساکن دارالسلطنت لاہور، جو بیچ سال بارہ سو پندرہ ہجری (۱۲۱۵) کے عہد میں نواب معلی القاب مارکویس ولزلی گورنر جنرل بہادر کے ہمراہ رکاب برادر صاحب و قبلہ خداوند نعمت رائے کھیم نارائن صاحب دام اقبالہٗ کے، کہ بہ عہد وکالت وزیر الملک ہندوستان نواب سعادت علی خان بہادر دام اقبالہ کے،

بیچ شہر لطافت بہر کلکتہ کے آئے تھے، وارد ہوا ۔ اس بات کو دس برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ حالت بیکاری میں گرفتار ہے اور اب کہ سنہ ایک ہزار اور دو سو پچیس (۱۲۲۵) ہجری، ہیں، عہد دولت میں نواب 'مستطاب، گردوں رکاب، مہر سپہر دولت و بختیاری، ماہ تابان اوج حشمت و کامگاری، دوست پرور، دشمن گداز، ظالم سوز، غریب نواز، مشیر خاص الخاص، بادشاہ کیوان بارگاہ انگلستان، زبدۂ نوئینان عظیم الشان، گورنر جنرل اشرف الامراء لارڈ منٹو صاحب بہادر دام اقبالہٗ کے ایک دن اس کہانی کو، کہ بہت دنوں سے اس گنہ‌گار کو یاد تھی، برسبیل مذکور کے روبرو منشی صاحب مہربان، معدن لطف و احسان منشی امام بخش صاحب کے بیان کیا ۔

منشی صاحب ممدوح اس کہانی کے سننے سے نہایت محظوظ ہوئے اور بہ ضد ہوکے اس عاصی کو فرمایا کہ، اس قصۂ لطیف اور کہانی نادر کو قلم زبان سے زبان قلم میں لائیے ۔ اور زبان ہندی میں اوپر صفحۂ کاغذ کے لکھیے ۔ اور جناب مستطاب میں صاحب والا مناقبت یعنی کپتان ٹیلر صاحب دام دولتہ کے گذارئیے کہ اگر ان کو جان سخن کہئیے تو بجا ہے ۔ بلکہ جان سخن کہنا سزا ہے ۔ اس کے سننے سے وہ جناب محظوظ ہوویں اور بہ سبب اس قصے کے نام آپ کا بھی ورد زبان رہے ۔

سو اس عاصی نے بہ موجب فرمانے منشی صاحب موصوف کے، جو کہ عقل ناقص میں آیا، قلم زبان سے زبان قلم میں حوالے کیا ۔ امید حضور فیض گنجور سے اس جناب کی کہ قدر دان اہل سخن و فیض رسان زمین و زمن ہیں، یہ ہے کہ اس نذر حقیر کو

نظر قبول سے سرافراز فرماویں ۔ اور چشم داشت سامعان روزگار اور منشیان عالی وقار سے یہ ہے کہ جو کوئی سہو اور خطا، کیا عبارت میں اور کیا بیچ کتابت کے، اس کہانی کے نظر آوے، از روئے اپنی بزرگی کے قلم اصلاح سے قصور نہ کریں ۔ اور بہ سبب اس قصۂ رنگین کے اس ہیچ ضعیف کو بھی یاد فرماویں،، (۱)

اور دیوان جہان کے شروع میں اپنے حالات اس طرح نظم کئے ہیں ۔

کر آغاز سخن حمد خدا سے
پھر اس کے بعد نعت مصطفیٰ سے

خدا خالق ہے ہم ہیں آفریدہ
نبی جتنے ہیں سب ہیں برگزیدہ

محمد پر ہوئی ختم رسالت
علی ہے مالک ملک ولایت

ہمیشہ یاد تو ان کی کیا کر
انہیں کا ساغر الفت پیا کر

الٰہیٰ تیرے بندے جتنے ہیں خاص
جناب ان کی میں رکھتا ہوں میں اخلاص

مجھے تو اس وسیلے سے شب و روز
غموں پر رکھ مظفر اور فیروز

فلک پر چمکے یوں میرا ستارا
کریں رنج و الم جس سے کنارا

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ چارگلشن (قلمی نسخۂ برٹش میوزیم لندن) ورق ۱-۲

سبب تالیف

کروں ہوں اب میں ظاہر اپنا احوال
مجھے غم نے کیا از بسکہ پامال

رہا ہندوستاں میں با دل شاد
بفضل حق تھا گھر میرا بھی آباد

کیا کرتا تھا میں نت سیر گلزار
نہ تھا غم سے کبھی مجھ کو سروکار

حسد پر چرخ جو آیا یکایک
تو جوں خورشید دل میرا گیا پک

جو گردش نے مجھے واں سے اٹھایا
نصیبوں نے یہ کلکتہ دکھایا

چھٹا مجھ سے جو ہندوستاں کا گلشن
کیا میں ملک بنگالہ میں مسکن

جو میرے کیں میں تھا یہ چرخ دوّار
رہا بارہ برس میں یاں بھی بیکار

جو تھی آٹھوں پہر فکر خور و نوش
ہمیشہ غم سے رہتا تھا ہم آغوش

ہے حیدر بخش نام نامی جن کا
ہیں فنّ شعر میں جوں در یکتا

انہوں نے میرے گھر تشریف لاکر
میری حالت کو دیکھ افسوس کھاکر

یہ فرمایا مجھے از راہ الفت
نکال اب دل سے تو اندوہ و کلفت

یہ کئی بیتیں جناب فیض مآب دستگیر بیکساں و حامی درماندگاں مسٹر ٹامس روبک صاحب بہادر دام اقبالہ کی تعریف میں۔

تو کیوں حاضر نہیں ہوتا ہے اس جا
کہ جس کے فیض کا ہے جگ میں شہرا

وہ ہے ٹامس ربک صاحب بہادر
ہے جس کے جود و بخشش سے جہاں بھر

جو کوئی التجا اس پاس لے جائے
وہ اس کے فیض سے لعل و گہر پائے

ہیں اس کے فیض سے سب جزو کل شاد
رکھے اس جگ میں حق نت اس کو آباد

پناہ بیکساں ہے ذات اس کی
سدا حق خوش رکھے اوقات اس کی

صفت اس کی کروں جو کچھ بجا ہے
خدا نے اس کو سب لائق کیا ہے

الٰہی ہو زیادہ اس کا اقبال
جواں بخت و جواں دولت جواں سال

گیا میں سر قدم کرکے جو اس پاس
میرے دل کا گیا سب رنج و وسواس

ستایش کیا کروں اس کے مکاں کی
زباں کو اب نہیں طاقت بیاں کی

ہوا میں دیکھ اس کو بس کہ دل شاد
پڑا واں یاد مجھ کو شعر استاد

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

خداوندا تو رکھ دل شاد اس کو
جہاں میں روز و شب آباد اس کو

کیا ارشاد یوں اس نے کرم سے
تجھے جو لطف کی ہے چشم ہم سے

تو کر شعر و غزل کتنے فراہم
کریں اس کے صلہ کا فکر تا ہم

ہوا یہ بات سنتے ہی میں دل شاد
بجا لایا کیا تھا جو کچھ ارشاد

تلاش و سعی تب کرکے فراواں
جو ہیں اس عصر میں باہم سخنداں

انہوں کے جمع کر اشعار یکسر
سوا ان کے جو تھے نامی سخنور

انہوں کی بھی غزل اور شعر لکھے
بہ ترتیب و بہ آئیں جمع کرکے

خدا کے فضل سے دے اس کو انجام
میں دیوان جہاں اس کا رکھا نام

کیا تھا چار گلشن پہلے تحریر
صلے سے اس کے بانی میں نے توقیر

یہ چند اشعار دیباچہ کے مانند
کئے ہیں اس مولّف نے قلم بند

دعا پر ختم کر بینی نرائن
کہ مستحسن سخنور کو ہے یہ فن

رہے جب تک کہ طرز نظم یارب
پسند اس کو کریں اہل جہان سب (۱)

کھیم نارائن رند، بینی نارائن جہان کے بڑے بھائی تھے اور جہان کی پرورش انھی کے زیر سایہ ہوئی تھی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تذکرے 'دیوان جہان، میں رند کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے اور یہ لکھا ہے ۔

''رند تخلص، نام رائے کھیم نارائن، مہاراجہ لچھمی نارائن کے پوتے ۔ عمدہ روزگار رہے ۔ دلی کے رہنےوالے ۔ اور اب، ھگلی میں تشریف رکھتے ہیں ۔ اور یہ خاکسار بھی چھوٹا بھائی انہین کا ہے،، (۲)

یہ رائے کھیم نارائن شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی ۔ نثر میں انہوں نے قیام ھگلی کے زمانے میں ایک داستان قصۂ جان و دل کے نام سے لکھی تھی ۔ یہ داستان کبھی شائع نہیں ہوئی ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ۱۸۳۸ء کا لکھا ہوا کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے ۔ اس کے دیباچے مین رند نے اپنے حالات بھی بیان کئے ہیں ۔ ان حالات سے بینی نارائن جہان کے

---

(۱) بینی نارائن جہان ۔ دیوان جہان قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ورق ۱ ـ ۳

(۲) ایضاً ورق ٦٦

خاندانی حالات اور ماحول کا علم بھی ہوتا ہے ۔ لکھتے ہیں :—

''سامعان انصاف پیشہ و منشیان فصاحت اندیشہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ رتبہ نام‌نامی و اسم سامی کا میرے بزرگوں کے اگرچہ اس سے بلند ہے کہ محتاج اظہار کا ہو ۔ اور کم‌نامی و ہیچ مدانی اس گنہگار کی بھی باین درجہ واقع ہوئی ہے کہ اس کے بھی اظہار کی حاجت نہیں ۔ مگر خود زبان کو صانع حقیقی نے واسطے بولنے پیدا کیا ۔ پس لازم ہوا کہ بہ قدر اپنی عقل کچھ بولا چاہئے ۔ اسی سبب چند سطرین متضمن اپنی سرگذشت کے اور باعث تحریر اس کتاب کا لکھتا ہوں ۔

واضح ہوجیو کہ لقب اسی عاصی کا کھیم نارائن اور تخلص رند ہے ۔ اگرچہ وطن اصلی لاہور تھا مگر پانچ پشت سے رزاق مطلق نے بلاد خجستہ بنیاد شاہجہان‌آباد پر تنخواہ لکھا ۔ چنانچہ جب کہ سلطان بحر و بر محمد فرخ سیر صوبۂ عظیم آباد سے نہضت کرکے معزالدین بادشاہ پر فتح یاب ہوا اور دارالخلافت شاہ جہان آباد نے اوس کے قدم میمنت لزوم سے رونق بہشت برین پائی، جد پنجم اس خاکسار، کے کہ دیوان آتما رام جن کا نام تھا بموجب حکم بادشاہ، واسطے نظم و نسق صوبۂ اکبر آباد کے، ہمراہ نواب گنج علی خاں سرفراز ہوئے ۔ بعد چند روز شطرنج باز فلک نے عجب بازی کھیلی کہ عبداللہ خاں وزیر مانند فرزین کج خرام ہوا ۔ اور حسین علی خاں میر بخشی نے سب سوار و پیادہ و اسپ و فیل اختیار میں کرکے بادشاہ کی خدمت سے رخ پھیرا ۔ تب بادشاہ بے گناہ دیوانہ وار نہایت زچ ہوکر آخر وزیر کی کشت سے مات ہوا ۔ بعد اس ہنگامۂ قیامت آشوب کے جب

سوائے بادشاہ فرخ سیر اور چار شاہزادے نے بھی سلطنت کی رسم سے بدنام ہوکر عبداللہ خاں و حسین علی خاں کے بھیر سے کہ فی‌الحقیقت میں اصل تھی، پیالہ شراب مرگ کا پیا ۔ دو ایک مہینے میں مانند ماہ نو غرۂ اقبال اون کا سلخ کو پہنچا ۔ تب اورنگ سلطنت و افسر خلافت نے وجود باجود صاحب قرآن ثانی محمد شاہ بادشاہ غازی سے رونق پائی اور چند روز میں عبد اللہ خاں و حسین علی خاں قصاص کفران نعمت میں گرفتار ہوئے ۔ بادشاہ فلک بارگاہ نے نواب سعادت خاں بہادر کو کہ نیشا پور سے تازہ وارد ہندوستان ہوکر جنگ عبداللہ خاں میں مصدر کارہائے نمایاں ہوئے تھے، بہ خطاب برہان الملک و خدمت صوبہ داری اکبر آباد و صوبۂ اودھ سرفراز فرمایا ۔ و دیوان آتما رام کو از راہ نوازش بادشاہی ہمراہ نواب برہان الملک بہ علاقہ دیوانی صوبہ‌جات مسطورہ رخصت کیا ۔ رائے لچھمی نارائن نبیرۂ دیوان آتما رام بعہدۂ وکالت برہان الملک حضور اقدس میں حاضر رہے ۔ اور نبض مزاج کو دستیاری تدبیر سے ایسا ہاتھ میں لائے کہ رفتہ رفتہ خطاب مہاراجگی و جاگیر بست و دو لکھ روپیہ سالیانہ و علم طوغ و نوبت و نقارہ پاکر امرائے ہفت ہزاری کے ساتھ نوبت ہمسری کی بجائی غرض اُس عہد سے تا بوقت خلافت شاہ عالم بادشاہ، اقتدار مہاراجہ موصوف کا ترقی میں رہا ۔ اخیر عمر شہر الہ‌آباد میں خدمت نیابت نواب شجاع الدولہ وزیر الممالک بہادر کو بخوبی سرانجام کیا ۔ اور بادشاہ نے بھی جو از راہ قدر شناسی اپنا وکیل مطلق مہاراجہ مذبور کو مقرر فرمایا تھا، اس کام کو بھی بہ‌آئین شائستہ حسن انجام دیا ۔ چونکہ رسم زمانے کی یہ ہے کہ فلک کج خرام ہمیشہ سنگ حوادث ہاتھ میں لئے، جہاں چندیں صاحبدل، آئینہ باطن

یکجا ہوتے ہیں۔ فی‌الفور چوٹ کرتا ہے۔ مہاراجہ لچھمی نارائن نے اس خاکدان جہان فانی سے بہشت بریں میں منزل کی۔ اور مہارجہ کشن نرائن خلف الصدق مہاراجہ مرحوم بہ عطائے منصب و جاکرت جاگیر بدستور سرفراز ہوئے۔ و جب کہ شاہ عالم بادشاہ طرف شاھجہان آباد راہی ہوئے۔ و بعد چند سال نواب شجاع الدولہ کے طائر روح نے قفس سے پرواز کرکے شاخ سدرہ پر آشیاں کیا، تب نواب گردون جناب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر نے مہاراجہ کشن ناراٸن کو حضرت شاہ عالم کے حضور کو رخصت فرمایا۔ بعد سختی کے فلک نیرنگ باز نے خاک سی راقم حروف کے سر پر ڈالی۔ یعنی پدر بزرگوار نے اس خاکسار کے، راجہ سودرشت ناراٸن جن کا نام تھا، گلگشت جنت کا عزم کیا۔ بعد اس سانحۂ ناگزیر کے جد بزرگوار نے تربیت میں اس ہیچ مداں کی نہایت شفقت و کوشش مبذول فرمائی۔ چنانچہ تھوڑے ایام میں مطالعۂ کتب ضروری سے فراغت کرکے محسود اقران ہوا۔ طبیعت کو استادوں کے کلام کی سیر سے جب قوت پیدا ہوئی و صاحب سخنون کی بزم محبت میں چرچا شعر و سخن کا رہنے لگا۔ اس ہیچ مداں کو بھی شوق شعر کہنے و نثر لکھنے کا گریبان گیر خاطر ہوا۔ صاحب سخن شہر کے جب غزل تازہ طرح کرتے تھے یہ عاصی بھی موافق عقل ناقص کچھ کہتا اور آفریں سنتا۔ جب کہ ساقئی اجل نے مولوی فخر الدین صاحب و مرزا جان جاناں و خواجہ میر درد صاحب علیہ‌الرحمۃ والغفران کو شربت مرگ سے سیراب کیا، جدائی سے اون بزرگوں کی اس سرمست نشۂ سخن کی شراب زندگی تلخ ہوئی۔ تب لاچار خدمت جد بزرگوار سے رخصت ہو کر عزم شہر لکھنؤ کا کیا و سولہ برس حضور

نواب آصف الدولہ بہادر میں بہ عیش و عشرت بسر ہوئی۔
مرزا محمد رفیع تخلص سودا و میر محمد تقی صاحب کہ رفقائے قدیم
جد مرحوم تھے۔ ہمیشہ اس خاکسار کے کلبۂ احزان کو نور قدوم
سے منور رکھتے اور بلبل زبان کو زمزمہ سنجی اشعار آبدار سے
مترنم رکھ کر چمنستان سخن کو رشک گلزار بہشت کرتے تھے۔
ان دنوں اس عاصی کو شوق شعر فارسی کا گریباں‌گیر تھا۔
چنانچہ دو سال کے عرصے میں قصۂ چہار درویش، و افسانۂ حسن
و عشق، عشق ہیر و رانجھا و ایک مثنوی مسما بہ 'باغ و بہار، اور
دوسری گوہر شہوار و ایک دیوان متضمن ہر قسم کے شعر کا
تصنیف کیا۔ و نثر میں بھی دو رسالہ معنی حسن آداب و اخلاق
کے لکھے۔ گاہ گاہے میرزا محمد رفیع و مخمس؟ کذا کی بزبان ریختہ کرلیتے
تو وہ بھی اتفاق کسی کا ہوتا تھا۔ جب کہ نواب آصف الدولہ
بہادر نے بھی عزم گلگشت جنت کا فرمایا اور چار مہینے میں
وزیر علی خاں مانند حباب نگاہ حسرت آلود دریائے دولت پر کھول
کے گرداب ادبار میں گم ہوگیا، نواب یمین الدولہ ناظم الملک
سعادت علی خاں بہادر مبارز جنگ سفارش سے ان کی مسند نشین
ایوان وزارت ہوئے۔ جس وقت کہ نواب مستطاب معلیٰ القاب
گورنر جنرل مارکویس لارڈ مارنگٹین ولزلی صاحب بہادر نے
شہر کلکتہ سے طرف لکھنؤ کے نہضت فرمائی، نواب وزیر الممالک
سعادت علی خاں بہادر نے بوقت رخصت اس خاکسار کے حقوق
قدامت کو منظور فرمایا کہ بہ عہدۂ سفارت حضور گورنر بہادر
میں مامور کیا۔ اگرچہ چار برس لوازم دولت خواہی میں کچھ
قصور نہ ہوا مگر بہ سبب نحوست گذر اوقات مشکل دیکھ کے
نوکری سے استعفا دیا و باشندگی شہر کلکتہ کو اختیار کیا۔

چنانچه تین سال گذرے که یه عاصی اس شہر لطافت بہر میں مقیم ہے
اگر اس شہر کی رونق آبادی و لطافت مکانات کے وصف کو معمار خرد
چاہے که احاطۂ تحریر میں لاوے انداز و قیاس سے زیادہ ہے۔
مگر قطع نظر اور کیفیتوں کے جو امتحان جوہر قابلیت اور چرچا
شعر و سخن کا اس شہر میں ہے ، بالفعل کسی دیار میں نہیں۔
حق یه ہے که حق تعالے نے صاحبان عالیشان انگریز بہادر کو
جو ممالک وسیع کا مالک کیا عین حکمت الہی ہے ۔ کس واسطے
که نوکر پروری وقدر دانی ارباب فضل و نزد عدوته؟ کذا مقرری کو
بے منت دینا و لشکر کو آسوده و خوشدل رکھنا اوراس کے سوا
بہت سی باتیں که لازمه ریاست و ادارت مملکت ستانی ہیں
صاحبان عالیشان کی ذات مصدر حساب میں حقیقی الله اپنے فضل
و کرم سے جمع کئے ہیں ۔ اگر نظر انصاف گزین سے دیکھیے تو
علم و ہنر، که به اقتضائے زمانه بالکل جہان سے منقود ہو گیا تھا،
اس عہد دولت ابد مدت میں از سرنو تازہ ہوا ۔ علی‌الخصوص
نواب مستطاب گورنر جنرل اشرف الاشراف مارکوئس لارڈ مارنگٹن
ولزلی بہادر نے جب سے مدرسۂ جدید که به اسم کالج مشہور ہے
مقرر فرمایا فی‌الحقیقت گویا علم مرده کو جلایا ۔ و احسان عظیم
گردن پر ایک عالم کی ثابت کیا ۔ کس واسطے که صاحبان‌عالیشان
کو تحصیل علم سے فواید کثیر متصور ہیں ۔ اور بہت سے شرفا
و نجبا علاقۂ منشی گری و معلمی سے سرفراز ہوکر وجه قوت
لایموت سے مطمئن رہے ہیں ۔ اگرچه راقم حروف کو کچھ علاقه
کالج سے نہیں مگر جب دریافت ہوا که اس شہر میں ارباب سخن
کے قدردان ہیں اور صاحبان قدردان زر کامل نظم و نثر کو محک
امتحان پر کھینچ کر درج اعتبار میں رکھتے ہیں، خصوصاً

صاحب والا مناقب کثیر المواهب عالی قدر والا همم ڈاکٹر صاحب مسیحادم ڈاکٹر هنٹر صاحب سلمه الله الواهب که شخص سخن کی نبض سبّابهٔ حکمت سے ملاحظه فرماکر اپنی دارالشفائی عقل کامل سے نسخهٔ صحت لکھ کے سقم کو مٹادیتے یعنی بیماران خسته جگر افلاس کو شربت دینار سے صحت بخشتے هیں اور جس سقیم الوجود زبوں کو که رنج افلاس قابض روح هورها هے اپنی نوازش سے فلوس عطا کرتے هیں ۔ سوائے اس کے حکمت الٰہی یه هے که جس طرح سے صاحبان عالیشان انگریز بهادر خدمات عمده پر سرفراز هیں اور بندوبست ضلعات ممالک محروسه سرکار کمپنی انگریز بهادر کا هر ایک صاحب کی رائے صائب پر تفویض هیں، بالفعل حضور فیض معمور نواب گردوں جناب مشیر خاص بادشاه کیوان بارگاه انگلستان زبدهٔ نوئینان عظیم الشان اشرف الاشراف سالار افواج کمپنی انگریز بهادر گورنر جنرل لارڈ منٹو صاحب دام اقباله نظم و نسق اقلیم سخن طرازی، کا کالج جس کا نام هے ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذمے هے ۔ هر خوردنے اس بندهٔ عاصی کو کہا که اس عہد میں که بازار سخن پردازی کو رونق تازه هے اور گلستان علم و هنر کو شگفتگی و طراوت بے اندازه ۔ خاموش بیٹھنا اور غنچهٔ خاطر کو سموم غم سے پژمرده رکھنا مناسب نہیں ۔ نظم ۔

زباں کو ذرا مثل طوطی کے کھول
ترا دل هے آئینه کچھ بات بول

سنا جب که میں نے یه اوس کا کلام
بھرا بادهٔ عیش سے دل کا جام

زبان کو مری تازہ طاقت ہوئی
تحیر کے غم سے افاقت ہوئی

تب سر زانوئے فکر پر رکھ کر دل میں سوچا کہ پیشتر چند رسالۂ نظم و نثر زبان فارسی میں تصنیف کرچکا ہوں ۔ اور اس شہر میں بالفعل زبان اردو نہایت پسند طبائع ہے ۔ کوئی حکایت رنگین زبان اردو میں لکھئیے ۔ جب یہ ارادہ مصمم ہوا تب افسانہ 'جان و دل'، کہ نہایت لطیف و دلچسپ تھا سنہ بارہ سو تئیس (۱۲۲۳) ھجری میں موافق سنہ اٹھارہ سو آٹھ عیسوین کے تحریر کیا" ۔ (۱)

کریم الدین نے اپنے تذکرے طبقات شعرائے ھند میں بینی نرائن جہاں کا ذکر کیا ہے اور ان کی زندگی کے حالات کی تفصیل پیش کی ہے ۔ لکھتے ھیں ۔

"مہاراجہ لکشمی نرائن کا فرزند اور بھائی رائے کھیم نرائن رند کا ۔ یہ شخص عالم آدمی تھا ۔ درمیان لاھور کے رھتا تھا ۔ اس نے ایک کتاب بنام دیوان جہاں کے تصنیف کی ہے جس میں اچھے اچھے شعر اکثر انتخاب اشعار شعراء اردو گو تک کے جن کے اس کو بہم آئے، لکھے ھیں ۔ اس کتاب کے دیباچے میں مصنف اس کتاب کا بیان کرتا ہے کہ وہ ھندوستان میں خوشی اور آرام سے رھتا تھا ۔ جب تک کہ اس کی قسمت نے اس سے رشک کھا کر اس کی خوش حالی کو مبدل کیا ۔ پھر وہ مجبور ھوکر

---

(۱) کھیم نرائن رند: قصۂ جان و دل قلمی نسخہ کیمبرج ورق ۴

کلکتہ کو گیا وہاں بھی اس کی قسمت بد نے اس کی سختی سے پیروی کی ۔ وہ بارہ برس بے روزگار اور بہت تنگدستی میں رہا ۔ آخرش حیدر بخشش قابل اور مشہور شاعر نے اس کے حال پر رحم کیا اور اس کو آرام دیا ۔ بلکہ اس نے روبک صاحب سے جو مشہور ہندوستانی زبان داں تھا، اس کی ملاقات کروا دی ۔ اس صاحب نے اسے اپنی خدمت میں لیا اور اس کی تنگدستی کو بخشش و عزت سے دور کیا ۔ اس صاحب کی خواهش سے اس نے بیچ ۱۸۱۳ء کے کتاب دیوان جہاں مذکور تصنیف کی تھی ۔ اس کتاب میں تین چیزیں اول مناجات اور دیباچہ نظم میں ۔ دوسرے مختلف اشعار منتخب ۔ تیسرے چند شعر خود مصنف کے ۔ ایک اور کتاب جو بینی نرائن نے لکھی ہے وہ قصہ شاہ و درویش کا ہے، جس کا مضمون وہی ہے جو فارسی قصہ نظم ہلالی میں ہے ۔ اور اس کا بھی نام یہی ہے ۔ ولسن صاحب کے پاس ہے ۔ ایک قلمی جلد نستعلیق حروف چوورقی جلد میں ہے ۔ یہ کتاب اردو زبان میں بینی نرائن کی پہلی ہے ۔ تصنیف فارسی میں ہے ۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے ۔ بنام چہار گلشن کے ۔ اس کتاب کا ذکر روبک صاحب نے فورٹ ولیم کے مدرسہ کی رپورٹ میں درمیان صفحہ (۳۴۹) کے لکھا ہے ۔ اس کتاب کی قلمی جلد فورٹ ولیم کے مدرسہ کے کتب خانہ میں موجود ہے اور حال میں اجیٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے ۔ یہ کتاب بہت دلچسپ ہے،، (۱)

گرساں دی تاسی نے اپنی تاریخ ادب میں کم و بیش اسی قسم کی معلومات فراہم کی ہے ۔ لکھتے ہیں :

---

(۱) کریم الدین: طبقات شعرائے ہند: ص ۳۱۰

بینی نارائن، مہاراجہ لکشمی نارائن کے بیٹے، رائے کھیم نرائن رند کے بھائی، لاہور کے رہنے والے، ہندو مصنف اور شاعر ہیں، جن سے مندرجہ ذیل کتابیں منسوب ہیں :-

(۱) دیوان جہاں ۔ مخصوص اردو شاعروں کے کلام کے منتخبات پر مشتمل ایک بیاض ہے ۔ اس بیاض کے دیباچے میں مصنف ہمیں یہ بتاتا ہے کہ سکھ چین کی زندگی گذارتے ہوئے ایک بار تقدیر نے ایسا پلٹا کھایا کہ اس کا آرام و سکون برباد ہوگیا۔ لہذا مجبوراً اسے صوبہ بنگال کے شہر کلکتہ کا رخ کرنا پڑا ۔ یہاں بھی کرم کے اچھوں ساتھ رہے، اور اسے بارہ برس عالم غربت میں، بلا کسی روزگار کے، گذران کرنی پڑی ۔ تاآنکہ مشہور شاعر حیدر بخش اس کے حالات سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اس کی دلجوئی کی ۔ علاوہ ازیں ماہر زبان ہندوستانی ٹی ۔ روبک صاحب سے بھی اس کی ملاقات ہوئی جو اس سے بہت متاثر ہوئے اور جنہوں نے اسے معقول آمدنی کی آسامی سے منسلک کرکے اس کی پریشانیوں کو دور کیا ۔ صاحب موصوف کی خواہش کے مطابق ۱۸۱۴ء میں بینی نرائن نے اردو شاعری کی یہ بیاض ''دیوان جہاں،، مرتب کی۔ اس بیاض کی ترتیب یہ ہے:

(۱) پیش لفظ اور دیباچہ (۲) مختلف شعراء کے کلام سے انتخاب (۳) اختصار کے ساتھ مصنف کا شعری کلام ۔

(۲) قصۂ شاہ و درویش بھی بینی نارائن کی تصنیف ہے ۔ اس کی ترتیب ہلالی کی فارسی نظم کے مطابق ہے ۔ جس کا عنوان بھی یہی ہے ۔ ولسن صاحب کے پاس اس کا ایک مسودہ نستعلیق

---

(۱) گارسان دی تاسی ۔ تاریخ ادب ہندوستانی ۔ ص ۱۱۵-۱۱۶

میں لکھا ہوا موجود ہے ۔ شاعر کے اور کلام کی طرح یہ بھی اردو میں ہے ۔ بینی نارائن کی یہ پہلی تصنیف فارسی سے ترجمہ ہے ۔ اس کا ایک نام چار گلشن بھی ہے ۔ فورٹ ولیم کالج کی تاریخ صفحہ ۳۳۹ پر ٹی روبک صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے ۔ کلکتہ کی فورٹ ولیم کالج کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ موجود تھا اور اب وہ کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری میں ہے ۔ یہ ایک فارسی ناول ہے کیونکہ اسے ایک دلچسپ قصہ کہا جاتا ہے ۔ (۱)

ان مآخذ میں جو حالات و واقعات ادھر آدھر بکھرے ہوئے ہیں، ان کو ایک لڑی میں پرو کر صحت اور ایک خاص ترتیب کے ساتھ یک‌جا کیا جائے تو بینی نارائن جہاں کے حالات اور شخصیت کی ایک واضح تصویر سامنے آتی ہے ۔

یہ مآخذ ان حقائق کو واضح کرتے ہیں کہ بینی نارائن جہاں لاہور کے رہنے والے تھے ۔ ان کا خاندان مہتہ کھتریوں کا مشہور خاندان تھا ۔ یہ خاندان عرصے تک لاہور میں آباد رہا ۔ لیکن مغلوں کے دور آخر میں بینی نارائن جہاں کے بزرگ شاہجہان آباد دلی چلے گئے ۔ فرخ سیر کے زمانے میں بینی نارائن جہاں کے جد پنجم دیوان آتما رام بادشاہ کے حکم کے مطابق اکبر آباد کے صوبے دار نواب گنج علی خاں کے ساتھ انتظامی امور میں ہاتھ بٹانے کے کام پر مامور ہوئے ۔ اس کے بعد نواب برہان الملک کی سرکار میں بھی انھیں اعلیٰ منصب ملا ۔ رائے لچھمی نارائن نبیرۂ دیوان آتما رام انھی برہان الملک کی سرکار میں بہ عہدۂ وکالت سرفراز رہے ۔ انھیں

---

(۱) گارساں دی تاسی ۔ تاریخ ادب ہندوستانی ۔ ص ۱۱۵-۱۵

اس سرکار سے مہاراجہ کا خطاب بھی ملا ۔ ایک بڑی جاگیر بھی عطا کی گئی ۔ اور ان کا منصب ہفت ہزاری تک پہنچ گیا ۔ رائے لچھمی نارائن کے بیٹے مہاراجہ شودرشٹ نارائن تھے جو شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کی سرکار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے ۔ بینی نارائن جہاں کے والد راجہ شودرشٹ نارائن، مہاراجہ لچھمی نارائن کے فرزند تھے ۔ ان کا انتقال اپنے والد کی زندگی ہی میں ہوگیا ۔ اس لئے ان کے بیٹوں (بینی نارائن جہاں اور کھیم نارائن رند) کی پرورش دادا ہی کے زیر سایہ ہوئی ۔ بینی نارائن جہاں کے بھائی رائے کھیم نارائن رند بھی سولہ سال تک لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ کے ساتھ منسلک رہے ۔ اور وہاں ان کا وقت اچھا گذرا ۔ غرض بینی نارائن جہاں کے بزرگوں نے اچھے دن دیکھے ۔ وہ ایک زمانے تک اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اس اعتبار سے ان کے خاندان کو خاصی شہرت اور اہمیت حاصل رہی ۔

بینی نارائن جہاں کے والد کا نام رائے شودرشٹ نارائن تھا ۔ انہوں نے خود چار گلشن کے دیباچے میں لکھا ہے :۔

''اب یہ ذرۂ بے مقدار، عاصی، گنہ گار بندہ بینی نارائن ابن رائے شودرشٹ نارائن نبیرۂ رائے لچھمی نارائن مرحوم قوم کھتری مہتہ ساکن دارالسطنت لاہور ۔(۱)

اور ان کے بھائی کھیم نارائن رند نے بھی لکھا ہے ۔

''بعد وہاں سختی کے فلک نیرنگ باز نے خاک سی راقم کے سر پرڈالی ۔ یعنی پدر بزرگوار نے اس خاکسار کے، راجہ شودرشٹ نارائن

---

(۱) بینی نارائن جہاں : چار گلشن: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ص ۱

جن کا نام تھا، گلگشت جنت کا عزم کیا ۔ ۔ ۔،، (۱)

سید محمد نے ارباب نثر اردو میں ان کے والد کا نام مہاراجہ لکشمی نارائن بتایا ہے، لکھتے ہیں :-

''بینی نارائن لاہور کے ایک معزز اور علم دوست خاندان کے رکن تھے ۔ ان کے والد مہاراجہ لکشمی نارائن ایک متمول رئیس اور بڑے بھائی رائے کھیم نارائن اچھے خاصے عالم اور شاعر تھے ان کا تخلص رند تھا ۔ (۲)

حامد حسن قادری مرحوم نے سید محمد کے اسی بیان کو داستان تاریخ اردو میں دھرایا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

''بینی نارائن جہاں لاہور کے رہنے والے تھے ۔ ان کے والد مہاراجہ لکشمی نارائن بڑے رئیس تھے ۔ ''ان کے بھائی رائے کھیم نارائن عالم و شاعر تھے ۔ رند تخلص کرتے تھے ۔،، (۳)

ظاہر ہے کہ سید محمد اور حامد حسن قادری مرحوم دونوں سے غلطی ہوئی ہے ۔ ان دونوں کو بینی نارائن جہاں کے چارگلشن اور کھیم نارائن رند کے قصۂ جان و دل کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ انھوں نے گارساں دتاسی اور کریم الدین کے بیان کو تسلیم کر لیا ہے اور ان دونوں سے بھی یہی غلطی ہوئی ہے کہ وہ بینی نارائن کو لچھمی نارائن کا بیٹا سمجھ بیٹھے ہیں ۔ کریم الدین لکھتے ہیں ۔

---

(۱) کھیم نارائن رند ۔ قصۂ جان و دل ۔ قلمی نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری ص ۵

(۲) سید محمد ۔ ارباب نثر اردو (لاہور) ص ۲۳۹

(۳) حامد حسن قادری ۔ داستان تاریخ اردو (آگرہ) ص ۱۳۴

"بینی نارائن لکشمی نارائن کا فرزند اور بھائی کھیم نارائن رند کا" - (۱)

اور دی تاسی کا بیان ہے -

"Beni Narayan, fils du Mahraja Lakschmi Narayan et frere de Rae Khem Narayan Rind, est Un homm de lettres hindov natif de Lahore" [2]

ان بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ ایک غلطی بار بار دھرائی گئی ہے - اور جیسا کہ اوپر بھی اشارہ کیا گیا ہے یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ان لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی بینی نارائن جہان اور ان کے بھائی کھیم نارائن رند کی غیر مطبوعہ تصانیف کو نہیں دیکھا - اور ان میں جو معلومات موجود ہے اس پر اپنے بیانات کی بنیاد نہیں رکھی -

بینی نارائن جہاں کے ابتدائی حالات کی تفصیل ان ماخذ میں بھی موجود نہیں ہے - مثلاً کسی ذریعے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی تاریخ ولادت کیا ہے؟ - اس بات کی وضاحت بھی نہیں ہوتی کہ وہ کہاں پیدا ہوئے؟ - قیاس یہ کہتا ہے کہ وہ لاہور یا دلی میں پیدا ہوئے ہوں گے - ان کا خاصا وقت اپنے والد رائے شودرشٹ نارائن اور بڑے بھائی کھیم نارائن رند کے ساتھ دلی اور لکھنؤ میں گذرا ہوگا - جہاں کے والد کی وفات کے بعد کھیم نارائن رند کی پرورش ان کے دادا مہاراجہ لکشمی نارائن نے کی - بینی نارائن جہاں کی پرورش بھی انہیں کے زیر سایہ ہوئی ہوگی - اور

---

(۱) کریم الدین طبقات شعرائے ھند - ص ۳۱۰

(۲) Garcin de-Tassy. Historire De La Literature Hindoui Et Hindoustani p. 115-116

پھر اس کے بعد خود رند نے ان کی پرورش کا بار اٹھایا ہوگا۔ اگرچہ اس کا کوئی واضح ثبوت موجود نہیں ہے لیکن یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ جب رند لکھنؤ سے کلکتہ گئے ہیں تو بینی نارائن جہاں بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ۱۲۱۵ء کے قریب کلکتہ پہنچے۔ اور وہاں دس سال تک بیکار رہے۔

بینی نارائن جہاں چار گلشن کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

''بیچ سال ۱۲۱۵ ہجری کے، عہد میں نواب معلی القاب مارکویس ولزلی گورنر جنرل بہادر کے، ہمراہ رکاب برادو صاحب و قبلہ و خداوند نعمت رائے کھیم نارائن صاحب دام‌اقبالہ کہ، بہ عہدۂ وکالت وزیر الممالک ہندوستان نواب سعادت علی خان بہادر دام اقبالہ، کے بیچ شہر لطافت بہر، کلکتہ آئے تھے، واردھوا۔ اس بات کو دس برس کا عرصہ ہوا کہ حالت بیکاری میں گرفتار ہے۔ (۱)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ بینی نارائن جہاں کھیم نارائن رند کے ساتھ کلکتہ پہنچے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ لکھنؤ میں بھی وہ ان کے ساتھ رہے ہوں گے۔ اور ان کی پرورش رند ہی کے زیر سایہ ہوئی ہوگی۔

بینی نارائن جہاں کی تعلیم کے بارے میں بھی کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن کھیم نارائن رند نے جو کچھ

---

(۱) بینی نارائن جہاں۔ چارگلشن۔ قلمی نسخہ برٹش‌میوزیم لندن ورق ۴

لکھا ہے اس سے اتنا ضرور علم ہوتا ہے کہ ان کے خاندان میں علم و ادب کا چرچا تھا اور اس وقت کے علمی اور ادبی ماحول سے انہیں قربت حاصل تھی ۔ ان کی نشو و نما اسی ماحول میں ہوئی ۔ اس ماحول کے اثر سے انہوں نے تعلیم کی وہ منزلیں ضرور طے کی ہوں گی جن کو طے کئے بغیر اس زمانے میں انسان کو زندگی میں کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا ۔

کھیم ناراتن رند لکھتے ہیں ۔

''فلک نیرنگ باز نے خاک سی راقم حروف کے سر پر ڈالی ۔ یعنی پدر بزرگوار نے اس خاکسار کے، راجہ شودرشٹ ناراتن جن کا نام تھا گلگشت جنت کا عزم کیا ۔ بعد اس سانحۂ ناگزیر کے جد بزرگوار نے تربیت میں اس ہیچمدان کی نہایت شفقت و کوشش مبذول فرمائی ۔ چنانچہ تھوڑے ایام میں مطالعہ کتب ضروری سے فراغت کرکے محسود اقران ہوا ۔ طبیعت کو استادوں کے کلام کی سیر سے قوت پیدا ہوئی و صاحب سخنوں کی بزم محبت میں چرچا شعر و سخن کا رہنے لگا ۔ اس ہیچ مداں کو بھی شوق شعر کہنے و نثر لکھنے کا گریباں گیرخاطر ہوا ۔ صاحب سخن شہر کے جب غزل تازہ طرح کرتے تھے یہ عاصی بھی موافق عقل ناقص کچھ کہتا اور آفرین سنتا ۔ جب کہ ساقیٔ اجل نے مولوی فخرالدین صاحب و مرزا جان جاناں و خواجہ میر درد صاحب علیہ الرحمہ والغفران کو شربت مرگ سے سیراب کیا، جدائی سے ان بزرگوں کی اس سرمست نشاط سخن کی شراب زندگی تلخ ہوئی تب لاچار خدمت جد بزرگوار سے رخصت ہوکر عزم شہر لکھنؤ کا کیا و سولہ برس حضور نواب آصف الدولہ بہادر میں بہ عیش و عشرت بسر

ہوئی ۔ مرزا محمد رفیع متخلص سودا و میر محمد تقی صاحب کہ رفقائے قدیم جد مرحوم تھے، ہمیشہ اس خاکسار کے کلبۂ احزان کو نور قدوم سے منوّر رکھتے اور بلبل زبان کو زمزمہ سنجی اشعار آبدار سے مترنم رکھ کر چمنستان سخن کو رشک گلزار بہشت کرتے تھے ۔ ان دنوں اس عاصی کو شوق شعر فارسی کا گریبان گیر تھا ۔ چنانچہ دو سال کے عرصے میں قصۂ چہار درویش و افسانۂ حسن و عشق و قصۂ عشق ہیر و رانجھا و ایک مثنوی مسمابہ باغ بہار اور دوسری گوہر شہوار و ایک دیوان متضمن ہر قسم کے شعر کا تصنیف کیا ۔ و نثر میں بھی دو رسالہ معنی حسن و آداب و اخلاق کے لکھے،، ۔ (۱)

ظاہر ہے کہ جس شخص کے بڑے بھائی نے اس ماحول میں زندگی کے دن گذارے ہوں گے، اس کے چھوٹے بھائی پر بھی اس کا اثر ہوا ہوگا ۔

غرض بینی نارائن جہاں کی تعلیم و تربیت اچھے ماحول میں ہوئی، اور انہوں نے دلی اور لکھنؤ میں میر اور سودا کے ماحول کو دیکھا ۔ اسی ماحول کے اثر سے انہیں اردو زبان اور ادب کے ساتھ لگاؤ پیدا ہوا، اور ان کے دل میں تصنیف و تالیف کے جذب و شوق کی شمع فروزاں ہوئی ۔ ظاہر ہے کہ اس کا سہرا بینی‌نارائن جہاں کے بڑے بھائی کھیم نارائن رند کے سر ہے ۔

---

(۱) کھیم نارائن رند ۔ قصۂ جان و دل ۔ قلمی نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری ورق ۵-۶

لیکن زمانے نے ان محفلوں کو برہم کر دیا، اور کھیم نارائن رند کو اپنے خاندان کے ساتھ لکھنؤ چھوڑ کر کلکتہ جانا پڑا۔ رند نے اس کی تفصیل قصۂ جان و دل کے دیباچے میں بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

''جب کہ نواب آصف الدولہ بہادر نے بھی عزم گلگشت جنت کا فرمایا۔ اور چار مہینے میں وزیر علی خان مانند حباب نگاہ حسرت آلود دریائے دولت پر کھول کے گرداب ادبار میں گم ہوگیا۔ نواب یمین الدولہ ناظم الملک سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ سفارش سے ان کی مسند نشین ایوان وزارت ہوئے۔ جس وقت کہ نواب مستطاب معلی القاب گورنر جنرل مارکویس لارڈ مارنگٹین ولزلی صاحب بہادر نے شہر کلکتہ سے طرف لکھنؤ کے نہضت فرمائی نواب وزیر الممالک سعادت علی خان بہادر نے بوقت رخصت اس خاکسار کے حقوق قدامت کو منظور نظر فرمایا کہ بہ عہدۂ سفارت حضور گورنر بہادر میں مامور کیا۔ اگرچہ چار برس لوازم دولت خواہی میں کچھ قصور نہ ہوا مگر بہ سبب نحوست ایام گذر اوقات مشکل دیکھ کے نوکری سے استعفا دیا و باشندگی شہر کلکتہ کو اختیار کیا۔ چنانچہ تین سال گذرے کہ یہ عاصی اس شہر لطافت بھر میں مقیم ہے۔'' ۱

رند کی یہ داستان قصۂ جان و دل ۱۲۲۳ ہجری یعنی ۱۸۰۸ء

---

(۱) کھیم نارائن رند۔ قصۂ جان و دل قلمی نسخہ کیمبرج یونیورسٹی۔ ورق ۶-۷

میں لکھی گئی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بینی نارائن جہاں اپنے بھائی کھیم نارائن رند کے ساتھ ۱۲۱۵ ھ مطابق ۱۸۰۱ کے قریب کلکتہ پہنچے ۔ جہان نے چار گلشن کے دیباچے میں اپنے جو حالات بیان کئے ہیں ان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔ ۱

یہ وہ زمانہ تھا جب کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کی داغ بیل ڈالی جاچکی تھی ۔ ڈاکٹر گلکرسٹ نے وھاں اردو کے لکھنے والوں کو کالج میں جمع کرلیا تھا؛ اور تصنیف و تالیف کے منصوبے بنائے جارہے تھے ۔ میر امن دھلوی، سید حیدر بخش حیدری، میر بہادرعلی حسینی، میر شیر علی افسوس، خلیل علی خاں اشک، مرزا کاظم علی جوان، مظہر علی خان ولا وغیرہ کالج میں ملازم ہو چکے تھے اور انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کردیا تھا ۔

اس ماحول میں بینی نارائن جہاں کہیں نظر نہیں آتے ۔ بلکہ یہ زمانہ ان کی بیکاری اور عسرت کا زمانہ ہے ۔ دس سال انہوں نے اس بیکاری اور عسرت کے عالم میں گذارے ۔ بالآخر ۱۲۲۵ کے قریب سید حیدر بخش حیدری کی سفارش پر انہیں فورٹ ولیم کالج میں ملازمت ملی ۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ کلکتہ میں جب ان کی زبوں حالی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور وہ فکر خور و نوش کے باعث ہر لمحہ غم سے ہم‌آغوش رہتے تھے، تو ایک دن سید حیدر بخش حیدری جو فن شعر میں دریکتا تھے ان کے مکان پر تشریف

---

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ چار گلشن قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ورق ۲

لائے، اور ان کی زبوں حالی پر ترس کھایا اور افسوس ظاہر کیا ۔ اور ٹامس روبک سے ملنے کا مشورہ دیا ۔ چنانچہ بینی نارائن جہاں ان سے ملے ۔ انہوں نے ان سے اردو شعراء کے حالات لکھنے

---

۱ ۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے بعد کپتان ٹامس روبک نے اردو اہلِ قلم کی سب سے زیادہ سرپرستی کی ۔ وہ ابتداء فوج میں ملازم ہوئے اور لفٹنٹ اور پھر کپتان کے درجے تک ترقی کی ۔ ان کو اُردو زبان اور اس کے ادب سے خاص شغف تھا ۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے فیض صحبت سے ان میں اردو کا بہت اعلیٰ ذوق پیدا ہو گیا تھا ۔ وہ پہلے فورٹ ولیم کالج کے معتمد اور ممتحن مقرر ہوئے ۔ جب ۱۸۰۴ء میں ڈاکٹر گل کرسٹ کالج کی صدارت اور اردو کی پرفیسری سے سبکدوش ہو گئے تو یہی ان کی جگہ مامور ہوئے ۔ مصنفین و مؤلفین کی سرپرستی کر کے بڑا نام پیدا کیا ۔ بہت سے مصنفین اور اہلِ قلم کو تصنیف و تالیف کی ترغیب دی اور متعدد کتابیں شائع کرائیں ۔ ان میں سے ایک منشی بینی نارائن جہان ہیں جو کپتان روبک ہی کی بدولت مصنف بنے ۔ کپتان روبک کو عام نثری کتابوں کے علاوہ اردو شاعری سے بھی خاصی دلچسپی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ بینی نارائن جہان سے شعرائے اردو کا تذکرہ لکھوایا ۔ مرزا جان طپش نے جو کلکتہ کے مشہور شاعر اور فورٹ ولیم کالج کے متوسل تھے، اپنی مثنوی بہار دانش میں ان کی تعریف عجیب پر لطف انداز میں کی ہے

پھر آگے کہاں وہ زبان وبیان
ادا ہو جو کپتان صاحب کی شان

شریف النسب اور گرامی شکوہ
حکیم و خردمند و دانش پژوہ

کی فرمائش کی اور وہ اس کام میں مصروف ہوئے۔ لیکن اس سے قبل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶

امارت میں شوکت میں عالی طریق
بہ تسخیر دلہا شفیق و خلیق

ہنر سنج و دقاق و معنی شناس
سخن کے سخنداں کا ہے جس کو پاس

شرف جس سے تدریس کو ہے ملا
دیا جس نے تعلیم کو مرتبا

زبس ہے سبہ آگاہ علم و کمال
دقایق میں ہے ریختے کے مثال

کہیں کیوں نہ ہم اس کو طوطی مقال
کہ ہندی زبان کا ہے صاحب کمال

حق اس کے تئیں نت سلامت رکھے
سلامت رکھے با کرامت رکھے

کپتان روبک "ہندوستانی لغت" کی تدوین میں ڈاکٹر گل کرسٹ کے شریک کار اور ان کی تجویز کے ہر طرح ممد و معاون تھے۔ بطور خود بھی انہوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں ایک "لغت جہاز رانی" ہے۔ اس میں بحریہ اور جہاز رانی کی تمام اصطلاحیں اور الفاظ انگریزی اردو میں جمع کئے گئے ہیں اور ایسے الفاظ اور جملوں کا بھی ذخیرہ کثیر ہے جو انگریز کمانڈاروں کو میدان جنگ اور بارکس میں ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ بول چال میں کارآمد ہوسکتے ہیں۔ پھر اردو کی قواعد پر ایک مختصر رسالہ بھی اس کے ساتھ میں بطور ضمیمہ شریک کیا۔ اس مفید لغت کی پہلی اشاعت کلکتہ سے ۱۸۱۱ء میں ہوئی۔

وہ چار گلشن لکھ چکے تھے - اور اس کا ایک نسخہ انہوں نے کپتان ٹیلر (۱)- کو پیش کیا تھا۔

دو سال بعد دوسرا ایڈیشن لندن سے شائع ہوا - کپتان روبک کی دوسری کتاب ''ترجمان ہندوستانی،، (ہندوستانی انٹرپریٹر) ہے - اس میں قواعد زبان اردو کے ابتدائی مسائل مندرج ہیں - یہ کتاب پہلے لندن سے ۱۸۲۴ء میں اور پھر پیرس و لندن سے ۱۸۴۱ء میں شائع ہوئی تھیں - اہل یورپ کو اردو زبان کی تحصیل میں ان کتابوں سے بہت مدد ملتی رہی ہے - کپتان روبک نے ان کتابوں کے علاوہ فورٹ ولیم کالج کی ایک مبسوط تاریخ بھی انگریزی زبان میں لکھی ہے - (سید محمد ارباب نثر اردو لاہور ص ۳۴ - ۳۶)

(۱) - کپتان جوزف ٹیلر بھی اردو زبان کے دلدادہ اور فورٹ ولیم کالج میں اردو کے پروفیسر تھے - انہوں نے ڈاکٹر گل کرسٹ اور کپتان روبک کی طرح ایک بسیط اردو انگریزی لغت مرتب کی ہے۔ ابتداًء اپنے ذاتی استعمال کے لیے بطور فرہنگ تیار کی تھی - پھر ڈاکٹر ولیم ہنٹر ایم، ڈی کی مدد سے اس کو باضابطہ مرتب و شائع کیا - ڈاکٹر ہنٹر بھی کالج میں ملازم اور اردو سے خاص دلچسپی رکھتے تھے - طپش نے ان کی بھی مدح کی ہے جس کے چند شعر یہ ہیں :

چل اے خامہ کالج کی توصیف کر
ہوئے مجتمع جس میں اہل و ہنر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر

ہو سکتا ہے اسی تالیف کی وجہ سے انہیں کالج میں ملازمت ملی ہو ۔ اس بات کا صحیح علم نہیں ہوتا کہ بینی نارائن کب تک فورٹ ولیم کالج میں رہے اور کب ان کا انتقال ہوا ۔

فصاحت بلاغت کا ہے جو مقام
جو ہے تربیت گہ ہر خاص و عام

رہے ڈاکٹر ہنٹر اس میں سدا
ہر اک اہل حاجت کا حاجت روا

تنعم، تمکن، ترحم، کرم
عیاں اس کے سیما پہ ہے دمبدم

ہے وابستہ اس سے ہر اہل سخن
کہاں ایسے ہوتے ہیں آگاہ فن

شرف اس نے ہندی زباں کو دیا
دیا نظم اردو کو یہ مرتبا

ترقی سب اس کی اسی سے ہوئی
ہوئی قدر اس سے تصانیف کی

کپتان ٹیلر کی لغت بھی نہایت کارآمد ہے ۔ اس کا پہلا ایڈیشن کلکتہ سے ۱۸۰۸ء میں شائع ہوا تھا ۔ پھر ولیم کارمیکائیل اسمتھ نے اس کی نظرثانی کر کے ایک مختصر ایڈیشن ۱۸۲۰ء میں شائع کیا تھا ۔ کپتان ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر دونوں نے اردو نثر نویسوں کی سرپرستی میں نمایاں حصہ لیا ہے ۔ ان ہی اردو پسند انگریزوں کی بدولت فورٹ ولیم کالج قائم رہ کر اردو ادب کی خدمت کرتا رہا (سید محمد ۔ ارباب نثر اردو صفحہ ۳۶-۳۷)

بینی نارائن جہان مندرجہ ذیل تین کتابوں کے مولّف ہیں۔

(۱) چار گلشن

(۲) دیوان جہان

(۳) تنبیہ الغافلین

چار گلشن بینی نارائن جہان کی پہلی ادبی تالیف ہے۔ یہ کتاب انہوں نے کلکتہ کے دوران قیام میں لکھی۔ اس کا سنہ تالیف ۱۲۲۵ ھ مطابق ۱۸۱۱ء ہے۔ یہ کہانی ان کے حافظے میں عرصے سے محفوظ تھی۔ ایک دن انہوں نے اس کو منشی امام بخش صاحب کے سامنے بیان کیا۔ منشی صاحب نے اس کو قلم بند کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ بینی نارائن جہان نے ان کے اصرار پر اس کو اردو زبان کا جامہ پہنایا۔ اور انہیں کی فرمائش پر اس کا ایک نسخہ کپتان ٹیلر کو پیش کیا۔ اس کی تفصیل بینی نارائن نے خود اس کتاب کے شروع میں بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

''اب یہ ذرۂ بےمقدار، عاصی، گنہ‌گار، بندہ بینی نارائن ابن رائے شودرشٹ نارائن نبیرۂ مہاراجہ لچھی نارائن مرحوم قوم کھتری مہتہ، ساکن دارالسلطنت لاہور جو بیچ سال ۱۲۱۵ بارہ سو پندرہ ہجری کے عہد میں نواب معلی القاب مارکوئس ولزلی گورنرجنرل بہادر کے ہمراہ رکاب برادر صاحب و قبلہ خداوند نعمت رائے کھیم نارائن صاحب دام اقبالہ، کے، کہ بہ عہدۂ وکالت وزیر الممالک ہندوستان نواب سعادت علی خان بہادر دام اقبالہ، کے بیچ شہر لطافت بہر کلکتہ کے آئے تھے، وارد ہوا۔ اس بات کو دس برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ حالت بیکاری میں گرفتار ہے اور

اب کہ سنہ ایک ہزار اور دو سو پچیس ہجری ہیں، عہد دولت میں نواب مستطاب، گردوں رکاب، مہر سپہر دولت و بختیاری، ماہ تابان اوج حشمت و کامگاری، دوست پرور، دشمن گداز، ظالم سوز، غریب نواز، مشیر خاص الخاص بادشاہ کیواں بارگاہ انگلستان، زبدۂ نوئینان عظیم الشان، گورنر جنرل اشرف الامراء لارڈ منٹو صاحب بہادر دام اقبالہ، کے ایک دن اس کہانی کو، کہ بہت دنوں سے اس گنہگار کو یاد تھی، بر سبیل مذکور کے روبرو منشی صاحب مہربان، معدن لطف و احسان منشی امام بخش صاحب کے بیان کیا۔

منشی صاحب ممدوح اس کہانی کے سننے سے نہایت محظوظ ہوئے اور بہ صد ہو کے اس عاصی کو فرمایا کہ "اس قصۂ لطیف اور کہانی نادر کو قلم زبان سے زبان قلم میں لائیے"، اور زبان ہندی میں اوپر صفحۂ کاغذ کے لکھیئے۔ اور جناب مستطاب میں صاحب والا مناقب یعنی کپتان ٹیلر صاحب دام دولتہ، کے گذرانیے کہ اگر ان کو جان سخن کہیئے تو بجا ہے بلکہ جان سخن کہنا سزا ہے۔ اس کے سننے سے وہ جناب محظوظ ہوویں۔ اور بہ سبب اس قصے کے نام آپ کا بھی ورد زبان رہے"

سو اس عاصی نے بہ موجب فرمانے منشی صاحب موصوف کے، جو کہ عقل ناقص میں آیا، قلم زبان سے زبان قلم میں حوالے کیا۔ امید حضور فیض گنجور سے اس جناب کے، کہ قدردان اہل سخن و فیض رساں زمین و زمن ہے، یہ ہے کہ اس نذر حقیر کو، نظر قبول سے سرفراز فرماویں، اور چشمداشت سامعان روزگار اور منشیان عالی وقار سے یہ ہے کہ جو کوئی سہو اور خطاء کیا عبارت میں اور کیا بیچ کتابت کے، اس کہانی کے نظر آوے، از روئے اپنی

بزرگی کے قلم اصلاح سے قصور نہ کریں ۔ اور بہ سبب اس قصۂ رنگین کے اس مور ضعیف کو بھی یاد فرماویں،، ۔ (۱)

روبک کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو پسند کیا گیا ۔ یہ کتاب کالج کے کتب خانے میں داخل کی گئی اور بینی نارائن جہاں کو اس پر انعام بھی ملا ۔ (۲)

یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا لیکن ہوسکتا ہے کہ یہی کتاب فورٹ ولیم کالج میں ان کی ملازمت کا وسیلہ بنی ہو ۔

بینی نارائن نے اس کہانی کو نہایت محنت سے، اس اعتماد کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ ضرور پسند کی جائے گی، اور جو شخص بھی اس کو سنے یا پڑھے گا ۔ اس کی داد ضرور دے گا ۔ کتاب کے آخر میں چند اشعار کی ایک نظم ہے جس سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے، لکھتے ہیں ۔

کہانی جو فرخندہ کی میں لکھی
غلط سمجھیو مت یہ ہے سب سہی(۳)

بہت خون دل اس میں کھایا ہے میں
مزہ خوب سا اس میں پایا ہے میں

رکھا چار گلشن جو میں اس کا نام
رہے گی خزاں دور اس سے مدام

سنے جو کوئی اس کو کیجو یقین
کرے گا مصنف کو بس آفرین

---

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ چار گلشن: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ ورق ۱-۳

(۲) Roebuck : Annals of the College of Fort William p. 339

بلوم ہارٹ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن،ص ۳۱۹

(۳) صحیح

کہانی ہوئی اب یہاں سے تمام
بہ حق محمد علیہ السلام (۱)

کریم الدین نے اپنے تذکرے میں چار گلشن کی تالیف اور اس کے قلمی نسخوں کے بارے میں قابل قدر معلومات فراہم کی ہے ۔ لکھتے ہیں :-

''ایک اور کتاب جو بینی نارائن نے لکھی ہے وہ قصہ شاہ درویش کا ہے، جس کا مضمون وہی ہے جو فارسی قصۂ نظم ہلالی میں ہے (۲) ۔ اور اس کا بھی نام یہی ہے ۔ ولسن صاحب کے پاس ہے ۔ ایک قلمی جلد نستعلیق حروف چو ورق جلد میں ہے ۔ یہ کتاب اردو زبان میں بینی نارائن کی پہلی ہے ۔ تصنیف فارسی میں ہے ۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے ۔ بنام چار گلشن کے ۔ اس کتاب کا ذکر روبک صاحب نے فورٹ ولیم کے مدرسے کی رپورٹ میں درمیان صفحہ ۳۰۹ کے لکھا ہے ۔ اس کتاب کی قلمی جلد فورٹ ولیم کے مدرسے کے کتب خانے میں موجود ہے ۔ اور حال میں ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے ۔ یہ کتاب بہت

---

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ چار گلشن، قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ ورق ۹۰

(۲) گارسان دی تاسی نے بھی چار گلشن کو ہلالی کے قصے سے ماخوذ بتایا ہے ۔ لیکن بلوم ہارٹ نے یہ لکھا ہے کہ اس داستان کا ہلالی کے فارسی قصے شاہ درویش سے کوئی تعلق نہیں ۔ گارسان دی تاسی کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔
(بلوم ہارٹ ۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن ص ۳۱۹)

دلچسپ ہے،، ۔ (۱)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ چار گلشن کی ایک جلد فورٹ ولیم کالج کے کتب خانے میں داخل کی گئی تھی اور بعد میں اس کو ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں منتقل کردیا گیا تھا۔ یہ نسخہ اب نایاب ہے۔ کیونکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں اب بھی موجود ہو۔ ولسن صاحب کے پاس اس کا جو قلمی نسخہ تھا، وہ کسی طرح ان کے ساتھ لندن پہنچا۔ برٹش میوزیم لندن نے اس کو مسٹر ولسن سے ۱۲ جنوری ۱۸۶۱ء کو خریدا۔ اور اب یہ نسخہ برٹش میوزیم کے شعبۂ مشرق کے کتب خانے کی زینت ہے۔ یہ کتاب کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اب یہ پہلی بار شائع کی جارہی ہے۔

چار گلشن کے ماخذ کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جاچکا ہے، گارسان دی تاسی اور کریم الدین نے اس داستان کو ہلالی کے فارسی قصے ''شاہ درویش،، سے ماخوذ بتایا ہے (۲)، بلوم ہارٹ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ہلالی کے قصے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (۳) اور بلوم ہارٹ کا خیال صحیح ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔

---

(۱) کریم الدین ۔ طبقات شعرائے ہند ۔ صفحہ ۳۱۰

(۲) گارسان دی تاسی ۔ تاریخ ادب ہندوستانی ۔ ص ۱۱۶
کریم الدین ۔ طبقات شعرائے ہند ۔ ص ۳۱۰

(۳) بلوم ہارٹ ۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن ۔ ص ۳۱۹

کہ بینی نارائن جہاں نے اس کہانی کو فارسی کی کسی خاص داستان کو سامنے رکھ کر نہیں لکھا ۔ کسی فارسی داستان کا ترجمہ بھی نہیں کیا ۔ اس قسم کی کہانیاں اس زمانے میں بہت عام تھیں ۔ بینی نارائن نے اس کہانی کو سنا، اور جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے، عرصے تک اپنے حافظے میں محفوظ رکھا بالآخر منشی امام بخش کی فرمائش پر اس کو قلم بند کیا ۔ (۱)

سید محمد نے لکھا ہے :۔

''بینی نارائن کی یہ تالیف بہ‌حیثیت قصہ نہیں بلکہ بہ‌حیثیت ایک قدیم نثری کتاب ہونے کے ضرور قابل قدر ہے ۔ باغ و بہار، باغ اردو، آرائش محفل کی طرح یہ بھی اردو کی ابتدائی کتب نثر میں ہے، اور تاریخ ادبیات اردو میں اس سلسلے کی کڑی ہونے کی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے،، (۲)

سید محمد کو چار گلشن کے مطالعے کا موقع نہیں ملا ۔ اگر یہ کتاب ان کی نظر سے گذری ہوتی تو یقیناً وہ اس کی کہانی کے بارے میں بھی اچھی رائے قائم کرتے ۔

حقیقت یہ ہے کہ چار گلشن کہانی کی حیثیت سے بھی دلچسپ ہے اور اردو کی قدیم نثری کتاب کی حیثیت سے بھی ایک قابل قدر اور منفرد تالیف ہے ۔

---

(۱) بینی نارائن جہاں ۔ دیباچۂ چار گلشن، قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ ورق ۲

(۲) سید محمد : ارباب نثر آردو (لاہور) ص ۲۵۵

بینی نارائن جہاں کی دوسری کتاب دیوان جہاں ہے۔ یہ کتاب بھی انہوں نے کلکتہ کے دوران قیام میں لکھی ۔ اس کی تالیف کا سبب بینی نارائن نے یہ بیان کیا ہے کہ جب سید حیدر بخش حیدری نے ان کی زبوں حالی پر ترس کھا کر ٹامس روبک سے انہیں ملایا تو انہوں نے جہاں سے اس قسم کا تذکرہ لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ انہوں نے رویک کی فرمائش پر اس کو لکھنا شروع کیا، اور تھوڑے عرصے میں اس کو مکمل کر لیا۔

کیا ارشاد یوں اس (۱) نے کرم سے
تجھے جو لطف کی ہے چشم ہم سے

تو کر شعر و غزل کتنے فراہم
کریں اس کے صلہ کا فکر تا ہم

ہوا یہ بات سنتے ہی میں دل شاد
بجا لایا کیا تھا جو کہ ارشاد

تلاش و سعی تب کر کے فراواں
جو ہیں اس عصر میں باہم سخنداں

انہوں کے جمع کر اشعار یکسر
ہوا ان کے جو تھے نامی سخنور

انہوں کی بھی غزل اور شعر لکھے
بہ ترتیب و بائین جمع کر کے

خدا کے فضل سے دے اس کو انجام
میں دیوان جہاں اس کا رکھا نام (۲)

---

(۱) ٹامس روبک

(۲) بینی نارائن جہاں : دیوان جہاں : قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ ورق ۳

جیسا کہ اس بیان سے ظاہر ہے یہ کتاب اردو شاعروں کا تذکرہ ہے ۔ اس تذکرے کو بینی نارائن نے ۱۸۱۲ء میں لکھا۔ بلوم ہارٹ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ غالباً یہ تذکرہ ۱۸۱۳ء میں لکھا گیا ہوگا (۱) ۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں دیوان جہاں کا جو نسخہ ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ملتی ہے۔

''تمام شد بتاریخ سی‌ام ماہ ستمبر ۱۸۱۲ء
بہ توفیق اللہ'' (۲)

اس عبارت کو دیکھنے کے بعد اس خیال میں کسی شک‌وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ دیوان جہاں ۱۸۱۲ء میں مکمل ہوگیا تھا۔ اسپرنگر نے بھی اس کا سنہ تالیف یہی لکھا ہے (۳) اور یہی صحیح ہے ۔ گارساں دی تاسی نے اس کا سنہ تالیف ۱۸۱۳ لکھا ہے (۴) ظاہر ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح سید محمد نے جو قیاس آرائی کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ۔وہ لکھتے ہیں ۔

''ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کی تاریخ تالیف ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ بتائی ہے مگر خود مولف تذکرہ نے اس کی تاریخ اختتام ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۳ء لکھی ہے ۔ غالباً اس کی تالیف ۱۲۲۷ھ میں شروع ہوئی۔

---

(۱) بلوم ہارٹ ۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم لندن ۔

(۲) بینی نارائن جہاں ۔ دیوان جہاں قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی (مرتبہ کلیم الدین احمد) ورق ۱۷۸

(۳) اسپرنگر ۔ فہرست مخطوطات اودھ ص ۱۷۸

(۴) گارساں دی تاسی : تاریخ ادب ہندوی و ہندوستانی (فرانسیسی) ص ۱۱۶

اور دو سال میں اتمام کو پہنچی (۱)

سید محمد کی نظر سے ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ نہیں گذرا اسی لئے قیاس آرائی میں ان سے یہ غلطی ہوئی ۔ دیوان جہاں ستمبر ۱۸۱۲ء سے قبل ہی مکمل ہوگیا تھا ۔

دیوان جہان میں اردو کے ایک سو پچیس شاعروں کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے ۔ اور یہ اختصار اس مین اس حد تک پایا جاتا ہے کہ یہ تذکرہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اشعار کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے ۔ اور جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے اس کی کوئی خاص ادبی اور تاریخی اہمیت نہیں ہے ۔ کیونکہ اس میں شاعروں کے حالات نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ اور تاریخوں کا بھی کہیں پتہ نہیں چلتا ۔

اس وقت دنیا میں تذکرۂ دیوان جہاں کے صرف دو قلمی نسخے ہیں ۔ ایک تو برٹش میوزیم لندن کے شعبۂ مشرق کے کتب خانے میں اور دوسرا ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ۔ میوزیم کا نسخہ ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے اور خط نستعلیق میں جلی لکھا ہوا ہے ۔ اس پر تاریخ تالیف اور تاریخ کتابت درج نہیں ہے ۔ ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ۔ لیکن کلیم الدین احمد نے اس کو مرتب کرکے پٹنہ سے شائع کردیا ہے ۔ اس میں قلمی نسخے کے پہلے اور آخری صفحات کی تصویریں بھی دی ہیں ۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے جو فورٹ ولیم کالج کے کتب خانے میں تھا، اور جو بعد میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانے میں منتقل کردیا گیا ۔

---

(۱) سید محمد ۔ ارباب نثر اردو (لاہور) ص ۲۵۵

گارساں دی تاسی اس تذکرے کے بارے میں لکھتے ہیں:-

''تذکرہ جہاں ان چھ تذکروں میں سے ہے جن سے میں نے اپنی تاریخ میں کام لیا ہے - اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ان چھ تذکروں مین سے ہے جو ہندوستان میں لکھے گئے ہیں - اس تالیف کا نام دیوان جہاں ہے جس میں مؤلف کے تخلص کا اشارہ ہے - بعض اوقات جہاں کا لفظ استعارے کے طور پر ہندوستان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے - جو کچھ میں پہلے اپنی تاریخ میں اس کتاب کے متعلق جو ۱۲۲۷ (۱۸۱۲ء) کی تالیف ہے، نیز اس کے مؤلف کے متعلق لکھ چکا ہوں، اس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا - مؤلف اگرچہ ہندو ہے جو اس کے نام بینی نارائن سے ظاہر ہے مگر کتاب اس نے مسلمانوں کی زبان میں لکھی ہے - نئی اطلاع مجھے بینی نارائن جہاں کے متعلق یہ ملی ہے کہ وہ قوم کا کائستھ تھا اور بقول بعض دہلی کا رہنے والا اور بقول بعض لکھنؤ کا باشندہ تھا (۱) - اس کے باپ کا نام سدرشٹ نرائن اور دادا کا نام لکشمی نارائن تھا - دیوان جہاں کو تذکرہ نہیں بلکہ مجموعہ انتخابات کہنا چاہئیے - اس میں کوئی ایک سو پچاس شعراء کا تذکرہ ہے - انتخابات بہت اچھے ہیں مگر اقتباسات بہت

---

(۱) بینی نارائن جہاں نے خود اپنے آپ کو مہتہ کھتری لکھا ہے - اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان کے آباو اجداد لاہور کے رہنے والے تھے - لیکن یہ لوگ ملازمت کے سلسلے میں دہلی اور لکھنؤ میں بھی رہے - گارساں کی معلومات صحیح نہیں ہیں -

طویل ہیں،، (۱) ۔

اس تذکرے کا انداز مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہوگا ۔

''آفتاب تخلص، مہر سپہر جہاں بانی شاہ عالم بادشاہ، جنت آرام گاہ ابن عالمگیر ثانی کا ۔ یہ تصنیف خاص ہے،، (۲) ۔

''آبرو تخلص، عرف شاہ مبارک آبرو، نام نجم الدین علی خان محمد غوث گوالیاری کے پوتے تھے ۔ یہ ان سے ہے (۳)،،

''افسوس تخلص، نام میر شیر علی، مظفر خاں کے بیٹے ۔ پہلے تھوڑے دنوں میر سوز سے اصلاح لی ۔ بعد اس کے شاگرد ہوئے میر حیدر علی حیراں کے ۔ نارنول کے رہنے والے ۔ کلکتے میں رحلت کی،، ۔ (۴)

''انشا تخلص، نام میر انشاءاللہ ۔ میر ماشاء اللہ کے بیٹے کہ فن حکمت میں بوعلی سینا ۔ اور لکھنؤ میں تشریف رکھتے ہیں،،(۵)

''حیدری تخلص، میر حیدر بخش، دہلی کے رہنے والے ۔ بالفعل مسند حیات پر موجود ہیں اور اس خاکسار کو نہایت ان کی خدمت میں بندگی ہے ۔ اور اشعار اس طرح کے کہتے ہیں ۔ (۶)

---

(۱) گارساں دی تاسی ۔ خطبات (انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۵ء) ص ۸۹-۹۰ ۔

(۲) بینی نارائن جہاں دیوان ۔ جہاں : (مرتبہ کلیم الدین احمد) ص ۔ ۵

(۳) ایضاً ص ۱۳

(۴) ایضاً ص ۲۴

(۵) ایضاً ص ۳۰

(۶) ایضاً ص ۹۹

''نام ان کا معلوم نہ ہوا کہ کیا تھا۔ یہ ان سے ہے،، (۱)

''رند تخلص، نام رائے کھیم نارائن۔ مہاراجہ لچھمی نارائن کے پوتے۔ عمدہ روزگار رہے۔ دھلی کے رہنے والے۔ اور اب ہوگلی تشریف رکھتے ہیں۔ اور یہ خاکسار بھی چھوٹا بھائی انہیں کا ہے،، (۲)۔

بینی نارائن جہاں کی تیسری تالیف تنبیہ الغافلین ہے۔ یہ مولانا شاہ رفیع الدین دھلوی کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ بینی نارائن جہاں نے ۱۲۴۵ بنگالی ۱۸۳۹ء میں اس کو اردو کا جامہ پہنایا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں ہے۔ اس کا نمبر ہے ۳۱۶۴-بی اور یہ ۱۱۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۳) اس نسخے میں کل بیس باب ہیں۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

''اچھی اچھی صفتیں اور تعریفیں اللہ تعالے کو ثابت ہیں کہ خدا تعالے پیدا کرنے والا اور پالنے والا تمام خلق و عالم کا ہے، اور درود نامحدود اس کے پیغمبر کے اوپر،، (۴)۔ اور اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔

'' حق تعالے کے فضل و کرم سے آٹھویں تاریخ اگھن مہینے کی سنہ بارہ سو پنتالیس بنگلہ مین سنیچر کے دن دوپہر ایک

---

(۱) بینی نارائن جہاں: دیوان جہاں ص ۱۰۷

(۲) ایضاً ص ۱۳۰

(۳) بلوم ھارٹ۔ فہرست مخطوطات انڈیا آفس اے لندن ص ۷

(۴) بینی نارائن جہاں: تنبیہ الغافلین : قلمی نسخہ انڈیا آفس ورق ۱

کھڑی کے سمے تمام ہوئی،، - (۱)

میں نے خود تنبیہ الغافلین کے اس قلمی نسخے کو نہیں دیکھا - یہ عبارتیں یہاں بلوم ہارٹ کی فہرست مخطوطات سے یہاں نقل کی گئی ہیں - سید محمد نے اس کا ایک اقتباس اپنی کتاب میں دیا ہے - وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے -

''بنی اسرائیل سے ایک جگہ تین بھائی تھے - ان میں ایک بڑا دانا تھا - اس نے اپنے بھائیوں سے کہا' اے بھائیو! ماں باپ کی خدمت ہم کو سپرد کرو تو ہم بجالائیں - بعد مرنے کے جب میراث ان کی ملے گی تم دونوں ہی بانٹ لیجو - یہ بات سن کے وہ بہت خوش ہوئے اور ایسا ہی کیا - الغرض وہ اکیلا خدمت ان کی کرنے لگا - جب ماں باپ ان کے مرگئے یہ دونون بھائی ورثہ ان کا پاکر خوش گزران کرنے لگے اور وہ بڑے بھائی کو اس مال سے کچھ نہ دیا - اس نے چھوٹے بھائیوں سے کہا اے بھائیو جیسا ماں باپ کے وقت میں کھانے پینے کو پاتا تھا ایسا ہی اب مجھ کو دو - میں اور کچھ نہیں مانگتا ہوں - اس کی رنڈی یہ بات سن کے قضیہ کرنے لگی - ایک رات اس بیچارے نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کہتا ہے فلانی جگہ سو دینار سونے کے گڑے ہیں تو نکال لے اس نے اعتبار نہ کیا - آخر یہی بات تین رات پیہم خواب میں دیکھا کیا - بعد اس کے جو اس جگہ کو کھودا تو وہ دینار پائے،، (تنبیہ الغافلین قلمی نسخہ انڈیا آفس) (۲)

---

(۱) ایضاً - ورق ۱۱۸ (بحوالہ بلوم ہارٹ)

(۲) سید محمد - ارباب نثر اردو (لاہور) ص ۲۵۹

بینی نارائن جہاں کی یہ کتاب طبع نہیں ہوئی ۔

یوں تنبیہ الغافلین کے نام سے ایک کتاب باربار شائع ہوئی ہے لیکن یہ بینی نارائن کی کتاب سے مختلف ہے ۔ اس میں پچیس باب ہیں ۔ بینی نارائن کی کتاب میں کل بیس باب تھے ۔

سید محمد لکھتے ہیں ۔

''آج کل تنبیہ الغافلین اردو کے جو مطبوعہ نسخے ملتے ہیں وہ یقیناً بینی نارائن کے نہیں ہیں ۔ بینی نارائن کے ترجمے میں صرف ۲۰ ابواب ہیں ۔ اور موجودہ نسخوں میں ۲۵ ابواب پائے جاتے ہیں ۔ مطبوعہ ترجمہ سید محمد طیب، امین الدین اور محمد تقی کی متحدہ مساعی کا نتیجہ ہے ۔

ان لوگوں نے مولوی عبدالعزیز کی تصحیح سے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے ۔ اس میں کہیں بھی بینی نارائن کے ترجمے کا ذکر نہیں ۔ البتہ یہ فقرہ موجود ہے ۔ 'اس کتاب کا نام تنبیہ الغافلین ہے اور احوال اس کتاب کا یوں ہے کہ پہلے کسی شخص نے اس کو، جس میں ۲۰ باب تھے، فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا تھا ۔ لیکن اکثر الفاظ اس کے بے محاورہ اور نادرست اور آیتیں اور حدیثیں غلط تھیں' ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس ہندی ترجمہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بینی نارائن ہی کا ہے'' ۔ (۱)

تنبیہ الغافلین کے مطبوعہ نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

''اچھی اچھی تعریفیں اور صفتیں اللہ تعالی کو ثابت ہیں جو پیدا کرنے والا اور پالنے والا تمام خلق اور عالم کا ہے ۔

---

(۱) سید محمد: ارباب نثر اردو (لاہور) ص ۲۵۸

اور صلوۃ اور درود اس کے پیغمبروں پر خصوصاً محمد مصطفی احمد مجتبیٰ، خاتم انبیا، سرور اصفیا، ہدایت کرنے والے گمراہوں کے، بخشانے والے گنہگاروں کے صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم پر اور ان کی اولاد اور یاروں پر اور تمامی پرہیزگاروں اور نیک کاروں پر ۔ بعد حمد و نعت کے لکھا جاتا ہے ۔ قران مجید کی آیتوں اور رسول اللہ کی حدیثوں اور مشائخوں کے اچھے کلاموں سے ۔ اور اس کتاب کا نام تنبیہ الغافلین ہے ۔ اور احوال اس کتاب کا یوں ہے کہ پہلے کسی شخص نے، اس کو جس میں بیس باب تھے، فارسی سے ہندی زبان میں ترجمہ کیا تھا ۔ لیکن الفاظ اس کے بے محاورہ اور نادرست اور آیتیں اور حدیثیں غلط تھیں ۔ حاجی سید عبد اللہ صاحب نے اس کی آیتیں اور حدیثیں صحیح کر کے، بلکہ کچھ اور بھی اپنی طرف سے زیادہ کر کے، عربی خط سے بیس باب میں چھپوایا تھا ۔ ان دنوں عاصی سید محمد اور محمد طیب اور امین الدین اور محمد تقی خیرخواہان خلق اللہ نے جب دیکھا کہ لوگوں کی خواہش اس کتاب کی طرف عربی خط کے سبب کم ہے ۔ اس واسطے یہ عاصیوں نے اعانت اور تصحیح سے جناب حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب اور جناب مولوی امیرالدین صاحب کے اس کتاب کو جو سبب ہدایت گمراہوں کے اور باعث رہنمائی فاسقوں کی ہے، کچھ اور بھی اپنی طرف سے مسائل زیادہ کر کے پچیس باب اور خاتمہ میں فارسی خط سے واسطے فایدۂ عوام کے چھپوایا،، ۔ (۱)

اس عبارت کا ابتدائی حصہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ

(۱) تنبیہ الغافلین (مطبوعہ مطبع دارالسلام دہلی ۔ طبع دویم ۱۲۶۴ ھ ۱۸۴۸ء) ص ۳۰۲

اس کی بنیاد بینی نارائن جہاں ھی کا ترجمہ ہے ۔ کیونکہ یہ عبارت قلمی نسخے کی عبارت سے ملتی جلتی ہے ۔ اس میں یقیناً ترمیم و اضافہ ہوتا رہا اور یہ اپنی مقبولیت کے باعث باربار چھپ کر شائع ہوتی رہی ۔

گارساں دی تاسی نے اپنے ایک خطبے میں یہ لکھا ہے کہ بینی نارائن جہاں نے ایک کتاب ''قصہ جات،، کے نام سے بھی لکھی تھی ۔ اس میں قصے کہانیاں تھیں ۔ (۱) اس کتاب کا کوئی نسخہ باوجود کوشش کے راقم کو نہیں ملا ۔ فورٹ ولیم کالج کے زمانے کی لکھی ہوئی بعض مختصر کہانیاں انگلستان کے مختلف کتب خانوں میں ملتی ضرور ہیں لیکن وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بینی نارائن کی لکھی ہوئی ہیں ۔ اگر یہ کتاب مل گئی تو یقیناً اردو افسانے کی روایت میں حیدری کی مختصر کہانیوں کی طرح ایک نئی دریافت ہوگی ۔

بینی نارائن کی ان تصانیف سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ ایک اچھے خاصے نثر نگار تھے ۔ اور انہوں نے ایک نثر نگار کی حیثیت سے اپنے زمانے ھی میں ایک مقام پیدا کرلیا تھا ۔ ان کی تمام تالیفات اپنی اپنی جگہ اہم ہیں ۔ لیکن ان میں سے کوئی چار گاشن کا مقابلہ نہیں کرسکتی ۔ ان کی یہ کتاب کہانی اور اسلوب دونوں اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے ۔ اور اسی کی بدولت اردو نثر کی روایت کے افق پر بینی نارائن جہاں کے نام کا ستارہ ہمیشہ ہمیشہ چمکتا رہے گا ۔

عبادت

---

(۱) گارساں دی تاسی : خطبات (انجمن ترقی اردو) ص ۰۹

چار گلشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مولّف

سبحان اللہ! کیا لکھوں اور کیا بیان کروں صفت اس پروردگار کی کہ جس کے نور سے ارض و سما روشن ہوا۔ اور ایک قطرہ پانی اس کی قدرت کاملہ سے بصورت حضرت آدم جلوہ گر ہو کر رشک افزائے گلشن ہوا۔ قلم دو زبان کو کیا قدرت کہ اس کی صفت بیان کر سکے، اور آدم سست بنیاد کو کہاں طاقت کہ اس کی توحید کی راہ میں قدم دھر سکے۔ گلزار جہان نے اسی کی آبیاری سے سرسبزی اور شادابی پائی۔ اور جو کہ اس کے حکم سے برخلاف ہوا اس ـ تھوڑے سے دنوں میں اپنی منزلت و عزت گنوائی۔ جس دن سے کہ اس صانع نے ماں کے پیٹ میں پتلا انسان کا بنایا، پانچ مہینے پیش از پیدا ہونے کے، اس کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ اپنی صفت رزاق سے پیدا کیا۔

پس آدمی کو لازم ہے کہ روز و شب اس کے نام کو ورد اپنا کرے۔ اور سوائے اس کے سب کو چھوڑ کے اسی کا دم بھرے۔

تصدق ہیں اس کی کریمی کے کہ جس نے اپنی رزّاقی سے آدم خاکی کے واسطے چاند اور سورج اور زمین اور آسمان کو حیلۂ رزق پیدا کیا۔ اور حیف ہے اس نادان کی زندگی پر کہ جس نے صدق دل سے کبھی نام بھی اس کا نہ لیا۔ پتّے سب درختوں کے، عقل مندوں کی نظر میں اس کی دفتر معرفت نظر آتے ہیں۔ اور جانور باغ دنیا کے اپنی اپنی زبان سے روز و شب اسی کی صفت اور صفا کا ترانہ گاتے ہیں۔ پنکھڑی ہر پھول کی، اس کے بیان تعریف میں، سراپا زبان ہے۔ اور نرگس گلزار میں جمال جہاں آرا کی آرزوئے دیدار میں اس باغبان حقیقی کے، شوق دل سے نگران و حیران۔ لالہ نے اس باغبان حقیقی سے شاید کچھ نافرمانی کی۔ اس واسطے داغ دل پر کھایا۔ اور موتیا نے، جو اس کی راہ توصیف میں متاع اپنی نثار نہ کی، اسی واسطے زخم سوئیوں کا ہر دوکان میں اپنے کلیجے پر اٹھایا۔ سرو باغ دنیا میں، ایک پاؤں کھڑا ہوا، اس خالق حقیقی کے ذکر میں مشغول ہے۔ اور کہاں تک جدا جدا اس کا بیان توحید ہو سکے۔ اس کے ذکر میں بہ زبان حال مشغول ہر پھول ہے!

نعت حضرت رسول خدا اور پنجتن پاک کی

درود نامعدود اس عاقبت محمود پر یعنی احمد برگزیدہ خدا کا اور محمد حامی روز جزا کا۔ صلوات اس کی آل اور اصحاب پر۔

لگی ہے ہاتھ مرے پنجتن سے یہ سمرن
محمد است و علی فاطمہ حسین و حسن

حکایت اس کتاب کے تالیف کرنے میں
اور اپنے احوال لکھنے کی

اب یہ ذرۂ بے مقدار، عاصی، گنہ گار، بندہ بینی نارائن ابن رائے شودرشٹ نارائن نبیرۂ مہاراجہ لچھمی نارائن مرحوم، قوم کھتری مہتہ، ساکن دارالسلطنت لاہور جو بیچ سال بارہ سو پندرہ (١٢١٥) ہجری کے عہد میں نواب معلی القاب مارکوئس ولزلی گورنر جنرل بہادر کے ہمراہ رکاب برادر صاحب و قبلہ خداوند نعمت رائے کھیم نارائن صاحب دام اقبالہ کے، کہ بہ عہدۂ وکالت وزیرالممالک ہندوستان نواب سعادت علی خان بہادر دام اقبالہ کے، بیچ شہر لطافت بہر کلکتہ کے آئے تھے، وارد ہوا۔ اس بات کو دس برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ حالت بیکاری میں گرفتار ہے۔ اور اب کہ سنہ ایک ہزار اور دو سو پچیس (١٢٢٥) ہجری میں، عہد دولت میں نواب مستطاب، گردوں رکاب، مہر سپہر دولت و بختیاری، ماہ تاباں اوج حشمت و کامگاری، دوست پرور، دشمن گداز، ظالم سوز، غریب نواز، مشیر خاص الخاص بادشاہ کیواں بارگاہ انگلستان، زبدۂ نوئینان عظیم الشان، گورنر جنرل، اشرف الامراء لارڈ منٹو صاحب بہادر دام اقبالہ کے، ایک دن اس کہانی کو کہ بہت دنوں سے اس گنہ گار کو یاد تھی، برسبیل مذکور کے روبرو منشی صاحب مہربان، معدن لطف و احسان، منشی امام بخش صاحب کے بیان کیا۔

منشی صاحب ممدوح اس کہانی کے سننے سے نہایت محظوظ ہوئے اور بہ ضد ہو کے اس عاصی کو فرمایا کہ، اس قصّۂ لطیف اور کہانی نادر کو قلم زبان سے زبان قلم میں لایئے۔ اور زبان

هندی میں اوپر صفحۂ کاغذ کے لکھئیے - اور جناب مستطاب معلی
صاحب والا مناقب یعنی کپتان ٹیلر صاحب دام دولتہ کے گذرانیے
کہ اگر ان کو جان سخن کہئیے تو بجا ہے، بلکہ جان سخن
کہنا سزا ہے - اس کے سننے سے وہ جناب محظوظ ہوویں - اور بہ
سبب اس قصے کے نام آپ کا بھی ورد زبان رہے،، -

سو اس عاصی نے بہ‌موجب فرمانے منشی صاحب موصوف کے،
جو کہ عقل ناقص میں آیا، قلم زبان سے زبان قلم میں حوالے کیا -
امید حضور فیض گنجور سے اس جناب کے کہ قدردان اہل سخن و
فیض رسان زمین و زمن ہیں یہ ہے کہ اس نذر حقیر کو نظر قبول سے
سرافراز فرماویں - اور چشمد اشت سامعان روزگار اور منشیان عالی
وقار سے یہ ہے کہ جو کوئی سہو اور خطا، کیا عبارت میں اور
کیا بیچ کتابت کے، اس کہانی کے نظر آوے از روئے اپنی بزرگی
کے قلم اصلاح سے قصور نہ کریں - اور بہ سبب اس قصۂ رنگیں
کے اس مور ضعیف کو بھی یاد فرماویں!

پہلی کہانی

داستان کیوان شاہ کی ایک فقیر سے تین باتوں کے خرید کرنے، اور اپنی بیٹی کے عیب سے واقف ہونے اور ان باتوں کے باعث اس کو اور اس کے یار کو سزا دینے کے احوال میں۔

زمان گذشتہ کے نقل بیان کرنے والوں اور ایام سلف کے قصے کہنے ہاروں نے ان نادر قصّوں اور ان عجائب حکایتوں کے گوہر آبدار کو رشتۂ بیان میں اس طرح منسلک کیا ہے کہ بیچ بلاد خجستہ بنیاد وسعت‌آباد ہندوستان جنت نشان کے شہروں سے، کسی شہر میں ایک بادشاہ جم جاہ، نہایت عالیشان و والا دودمان تھا۔ حق سبحانہ تعالے نے شان و شوکت و جاہ و حشمت اس کو اس قدر عطا فرمائی تھی کہ اس زمانے میں کوئی دوسرا بادشاہ اس کی برابری نہ کرسکتا تھا۔ اور اس کے داب و رعب کے آگے پاؤں رستم کا بھی نہ ٹھہر سکتا تھا۔ بیت

فلک مرتبت تھا وہ کیوان شاہ
دو مشعل فروز اس کے تھے مہروماہ

ایک دن وہ بادشاہ قلعے کے جھروکے میں بیٹھا ہوا دریا کی سیر کررہا تھا - بہت سے آدمی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہورہے تھے - گذارے کی کشتیاں آدمیوں سے بھری ہوئیں (۱) اودھر سے ایدھر (۲) اور ایدھر سے اودھر جاتی تھیں - بادشاہ ان کشتیوں کی سیر بخوبی کررہا تھا - اتنے میں اس کنارے سے ایک کشتی بھری ہوئی آدمیوں سے اس کنارے آ لگی - جتنے آدمی کہ اس کشتی پر سوار تھے کشتی سے اتر کے اپنے اپنے کام کے لئے روانہ ہوئے -

اتفاقاً اس کشتی پر ایک فقیر بھی اس پار سے سوار ہوا تھا - جب کہ سب اتر گئے، وہ فقیر کشتی سے اتر کے بادشاہی قلعے کی طرف روانہ ہوا - اور جس کشتی میں کہ بادشاہ بیٹھے ہوئے، سیر دریا کی کررہے تھے، اس کے نیچے آ کھڑا ہوا -

یساولان بادشاہی اور چوبداران حضرت ظل الہی نے اس سے پوچھا کہ ''اے فقیر! تو یہاں کس واسطے کھڑا ہے؟ یہ مکان تیرے رہنے کے قابل نہیں - کیونکہ اس جگہ پر فرشتے کا بھی مقدور نہیں کہ پر مارے - بس تو کس شمار و قطار میں ہے؟ - تو اپنا مطلب بیان کر!''

فقیر نے کہا کہ ''بابا! میں کچھ گدائی کے واسطے اس جگہ نہیں آیا - تم اپنے بادشاہ کے پاس جاکے عرض کرو کہ ایک فقیر در دولت سرا کے حضور پرنور پر آیا ہے - امید وار ہے کہ آپ کی جناب فیض مآب میں حاضر ہووے اور کچھ عرض کرے'' -

---

(۱) ہوئی -

(۲) ادھر سے آدھر -

وون ہی ملازمان شاہی نے بادشاہ کے حضور میں جاکر، جس طرح سے کہ فقیر نے کہا تھا، اسی طرح عرض کیا ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ''اس کو بلاؤ'' ۔

فقیر، بہ‌موجب فرمانے بادشاہ کے، روبرو حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ''جہاں پناہ! حق سبحانہ، تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے جو چیزیں کہ جہاں میں پیدا کی ہیں، وے سب تجھ کو میسر ہیں لیکن میں تین باتیں بیچا چاہتا ہوں ۔ اگر حضور کے پسند پڑیں تو خرید فرماویں ۔ جس وقت وہ باتیں آپ کے کام آویں اس فقیر کو آفریں کریں ۔''

بادشاہ نے ارشاد کیا کہ ''کہو! وہ کون سی باتیں ہیں؟''

فقیر نے عرض کی کہ ''اس طرح میں ہرگز نہ کہوں گا ۔ اگر تین لاکھ روپے اس وقت منگوا کر اپنے روبرو رکھوائیے، اور ایک ایک سن کر لاکھ لاکھ روپے مجھ کو عطا فرمائیے تو کہوں ۔''

یہ بات سن کر بادشاہ اپنے دل میں نہایت متعجب ہوا، اور سوچا کہ ان باتوں کے بدلے تین لاکھ روپے برباد کرنا دانائی سے بعید ہے ۔ لیکن اشتیاق ان باتوں کا بادشاہ کے جی سے نہ گیا ۔ بلکہ اور زیادہ ہوا ۔ پھر خیال کیا کہ روپے بہت میسر ہوویں گے لکین ایسی باتیں پھر سننی مشکل ہیں ۔

بادشاہ نے اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کر حکم کیا کہ ''تین لاکھ روپے کی تھیلیاں لاکر سامنے تخت کے رکھوا!''

ملازمان حضور نے بہ‌موجب حکم کے تین لاکھ روپے روبرو تخت کے لاکر رکھ دیئے ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ''شاہ صاحب! آپ کے بہ‌موجب فرمانے کے تین لاکھ روپے منگوا کر رکھ دیئے ۔ اب فرمائیے وہ باتیں کون سی ہیں ؟ ''

فقیر نے عرض کی کہ ''اے جہاں پناہ! پہلی بات یہ ہے کہ سونے سے جاگنا خوب ہے''

بادشاہ اس بات کو سنتے ہی حیران ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ''یہ بات تمام عالم پر ظاہر ہے کہ سونے سے جاگنا بہتر ہے ۔ پس اس فقیر نے لاکھ روپے مجھ سے ٹھگ لئیے'' ۔

فقیر نے جو بادشاہ کو مشوّش دیکھا ۔ عرض کی کہ ''اے عالم پناہ! معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات میری مزاج مبارک میں ناپسند آئی ۔ پس لازم ہے کہ ایک ہی بات کی خرید پر اکتفا فرمائیے اور وہ دو باتیں جو کہ باقی ہیں ان کو نہ سنئیے'' ۔

بادشاہ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ بات تو سنی ۔ وہ دو باتیں کہ باقی ہیں شاید وہ دونوں خوب ہوں ۔

اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کر فقیر سے کہا کہ ''شاہ صاحب! یہ جو تم نے کہی، خواہ بھلی تھی خواہ بری، میں نے خرید کی ۔ لاکھ روپے ان میں سے اٹھالو'' ۔

فقیر نے، بادشاہ کے بہ‌موجب فرمانے کے، سو تھیلیاں گن کر علیحدہ رکھیں ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ''وہ دو باتیں جو کہ باقی ہیں ان میں سے ایک اور کہو!''

فقیر نے عرض کی کہ ''اے جہاں پناہ! دوسری وہ بات

یہ ہے کہ جاگنے سے اٹھ بیٹھنا خوب ہوتا ہے،، ۔ یہ بات کہہ کر لاکھ روپے اور بادشاہ کے سامنے سے اٹھا لئیے ۔

بادشاہ اس بات کے سنتے ہی نہایت متعجب ہوا ۔ اور دل میں کہنے لگا کہ میں نے کس واسطے ان پوچ باتوں کے بدلے دو لاکھ روپے برباد کئیے ۔ لیکن ظاہر میں فقیر سے کچھ نہ کہا ۔ دل ہی دل میں شش و پنج کر کے یہ بات ٹھہرائی کہ دو لاکھ روپے جاہی چکے ہیں ۔ شائد وہ تیسری بات ان دونوں سے بہتر ہو ۔

اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کر فقیر سے کہا کہ ''شاہ صاحب! وہ تیسری بات کون سی ہے ۔ ارشاد کرو !،،

فقیر نے عرض کی کہ ''اے سلطان گیتی ستان! تیسری بات یہ ہے کہ اٹھ بیٹھنے سے چلنا پھرنا خوب ہے،، ۔

اس بات کے سنتے ہی بادشاہ نہایت ناخوش ہوا اور اس جگہ سے اٹھ کر دوسرے مکان کی طرف چلا گیا ۔ اور وہ لاکھ روپے جو کہ باقی تھے وہ بھی فقیر کو دلوادئیے اور رخصت کیا ۔ لیکن تمام روز ان باتوں کو اپنے دل میں الٹ پلٹ کرتا رہا ۔

شام کے وقت جب کھانا تناول کیا اور واسطے آرام کے پلنگ پر جاکر بیٹھا ۔ وہ باتیں فقیر کی یاد آئیں ۔ اسی وقت قلمدان کھول کر ان تینوں باتوں کو ایک پرچۂ کاغذ پر لکھا اور حکم کیا کہ ''اس کاغذ کو پلنگ کے سامنے دیوار سے لگا دو کیونکہ جس وقت آنکھ کھلے ان پر نگاہ پڑے،، ۔

یہ بات کہہ کر بادشاہ نے پلنگ پر آرام فرمایا ۔ جس وقت آدھی رات بسر ہوئی بادشاہ کی آنکھ کھل گئی اور اس کاغذ پر پڑی ۔ وہیں بادشاہ نے دل میں خیال کیا کہ فقیر کے بموجب

فرمانے کے عمل میں لایا چاہئیے ۔

اس بات کو دل میں جگہ دے کر آنکھیں ملیں اور خواب گران سے بیدار ہوا ۔ بعد اس کے جب دوسری بات پر نگاہ پڑی پلنگ پر اٹھ بیٹھا ۔ جس وقت تیسری بات کو خیال کیا پلنگ سے نیچے اتر کے دالان میں چہل قدمی کرنے لگا ۔

جس وقت کہ بادشاہ چہل قدمی کررہا تھا دیکھتا کیا ہے کہ قلعے کے باہر سے کوئی شخص کمند پھینک کے دیوار کے اوپر چڑھا ہے ۔ جوھیں (۱) بادشاہ کی نظر اس طرف گئی نہایت حیران ہوا اور دل میں اپنے کہنے لگا کہ ''آفرین ہے اس فقیر پر! اگر وہ یہ باتیں نہ کہتا اور میں نہ جاگتا تو یہ شخص مجھ کو سوتے میں ذبح کر ڈالتا ۔ بیت

لکھا ہے بوعلی نے آب زر سے
کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

اگر اس کو کچھ خواہش مال و زر کی ہوتی، تو اس شہر میں بہت دولت‌مند رہتے ہیں، ان کے گھر میں چوری کرتا ۔ نہایت آسانی سے ان کے گھر میں پہنچ سکتا تھا ۔ یہ جو اس چوکی اور پہرے کے اندر اپنی جان کو بیچ کر اس دیوار فلک فرسا پر چڑھا ہے، مقرر یہ گاھک میری جان کا ہے ۔ یقین ہے کسی میرے مخالف نے اس کو زر کا لالچ دے کر میرے مارنے کے واسطے بھیجا ہے ۔ یا کسی وقت میں کچھ سزا میں تقصیر کے سبب مجھ سے اس کو کچھ اذیت پہنچی ہے سو اس کا عوض لینے کو یہ شخص فرصت وقت غنیمت جان کے اس دکھ

(۱) جوں ہی

اور محنت کو اپنے اوپر گوارا کرکے اس جگہ آپہنچا،، ۔

بادشاہ نے اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرایا اور جھپٹ کر نیمچۂ شمشیر کو، کہ ہر وقت پلنگ پر رہتا تھا، اٹھا لیا اور ایک دوشالا سیاہ، دست بغچے سے نکال کے اوڑھا اور نیمچے کو بغل میں داب کے، ستون پیچھے چھپ کے کھڑا ہوا، اور اس چور کی طرف نگاہ کرنے لگا ۔

اتنے میں وہ شخص دیوار اتر کے کوٹھے پر آیا، اور کوٹھے سے زینے کے رستے ہوکر نیچے اترا، اور صحن میں کھڑے ہوکے ہر طرف دیکھنے لگا ۔

بادشاہ نے دل میں خیال کیا کہ جس وقت میرے پلنگ کی طرف جاوے، پیچھے سے جھپٹ کے زور تمام ایک تلوار ایسی لگاؤں کہ دو ٹکڑے ہوجاوے ۔

وہ شخص بادشاہ کے پلنگ کی طرف نہ گیا ۔ جس محل میں کہ بیٹی بادشاہ کی رہتی تھی اس طرف کو چلا ۔

بادشاہ نے اپنے دل میں سمجھا کہ یہ شخص دشمن میری جان کا نہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لالچ مال و زر کا رکھتا ہے ۔ اس واسطے محل کی طرف گیا ۔ اس وقت چپکے بیٹھنا دانائی سے بعید ہے ۔ اس کے پیچھے چلنا چاہئیے ۔ اور احوال اس کا دریافت کیا چاہئیے ۔

بادشاہ نے اس بات کو اپنے دل میں ٹھانا اور اس چور کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ روانہ ہوا ۔

جس وقت اس شخص نے پردہ محل سرا کا اٹھایا اور دروازے

کو کھلا پایا، بادشاہ اس احوال کے دیکھتے ہی سخت متعجب ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ''آدھی رات کے وقت محل سرا کے دروازے کھلے رہنے کا سبب کیا ہے؟ یہاں کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے۔

بادشاہ نے اپنے دل کو سخت کیا اور پیچھے پیچھے اس کے محل کے دروازے کے اندر گیا۔

جس وقت کہ بادشاہ محل کے اندر گیا، دیکھتا کیا ہے کہ بادشاہ زادی پلنگ کے اوپر آرام کرتی ہے۔

وہ شخص ندھڑک ہوکے بادشاہ زادی کے پلنگ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے سمجھا کہ شائد زیور کے لالچ سے شاہزادی کے پاس گیا ہے۔ جس وقت یہ شخص کچھ زیور بادشاہ زادی کے بدن سے اتار کے روانہ ہوئے، اس وقت اس کو مار ڈالوں۔

وہ شخص جوھیں (۱) بادشاہ زادی کے پلنگ کے پاس پہنچا ایک ٹھوکر ایسی ماری کہ بادشاہ زادی ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔ وہ ناپاک بادشاہ زادی سے کہنے لگا کہ ''اے قحبہ! تجھ کو ایسی نیند آئی کہ کچھ میرا انتظار نہ کرسکی اور سو رہی۔ اب کل سے ہرگز نہ آؤں گا''۔

بادشاہ زادی ہاتھ جوڑ کے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی بلائیں لے کر کہنے لگی کہ ''آج جس صورت سے ہو تقصیر اس لونڈی کی معاف کیجئے۔ اب کبھی ایسی تقصیر نہ ہو گی۔ جس وقت تک کہ تم نہ آؤ گے میں نہ سوؤں گی، جاگتی ہی رہوں گی''۔

---

(۱) جوں ہی

اس ناپاک نے جو یہ بات سنی، پلنگ پر جابیٹھا اور ہاتھ بادشاہ زادی کا پکڑ کے گود میں بٹھا لیا ۔ تین چار بوسے لئے ۔

بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا غصے سے جل گیا اور تمام بدن سے عرق ٹپکنے لگا ۔ اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اس کی طاقت سے میں کب عہدہ‌برآ ہوسکوں گا ۔ بلکہ اس کے مقابلے میں اپنی ہی سبکی ہے ۔ پس بہتر یہ ہے کہ کسی جگہ چھپ کے کھڑے ہوجئیے اور سب احوال ان کا بہ‌چشم دیکھیے ۔ اس وقت اس کا ثمرا ان دونوں ۔ خیالوں کو دیجیئے ۔

آخرش ستون کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہوا اور تماشا ان کا دیکھنے لگا ۔ اس وقت وہ ناپاک اس نازنین کا ہاتھ پکڑ کے پلنگ کے نیچے کھڑا ہوا ۔ بعد اس کے ان دونوں نے پلنگ کو پکڑ کے اٹھایا اور ایک طرف کو سرکادیا ۔ جوہیں پلنگ کو اس طرف اٹھایا ایک دروازہ زمین دوز اس کے نیچے سے نکلا ۔ اس ناپاک نے دروازے کو کھول دیا اور بادشاہ زادی کا ہاتھ پکڑ کے اندر سرنگ کے اترا ۔

بادشاہ بھی دبے پاؤں ان کے پیچھے چلا ۔ جوہیں دس پندرہ زینے نیچے اترا کہ ایک راہ ہموار پائی ۔ جب مسافت پاؤ کوس طے ہوئی پھر زینے پر چڑھ کے زمین پر آنکلے ۔

بادشاہ جوہیں اس سرنگ سے باہر نکلا، دیکھتا کیا ہے، کہ باغ بادشاہانہ ترتیب دیا ہے، اور مکان عالیشان بنائے ہیں، اور پردہ ہائے مشجر و ٹاٹ باف ہر ایک در میں باندھے ہیں ۔ ہر ایک مکان میں رنگ برنگ مخمل کا فرش بچھایا ہے اور موافق قاعدے کے ہر ایک جگہ میں مسندین لگیں ہیں (۱)۔ اور روبرو ہر

---

(۱) لگی ہیں

ایک مسند کے چنگیریں پھولوں کے بھری ہوئی اور عطردن انواع کے عطر سے ملبب رکھے ہیں۔ ہر ایک طاق میں ساتھ قرینے کے لخلخے رکھے ہیں اور عنبر فلیتے روشن ہیں۔ ایک کونے میں دالان کے ڈالیاں میوۂ تر و خشک کی چنی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک طاق میں دستے نرگس کے اور گلاب پاشین رکھی ہیں۔ چھت میں دالان کی پنکھا فراشی لٹکتا ہے۔ اور روبرو اس مکان کے ایک نہر چوپڑ کی تعمیر کی ہے۔ پانی صاف مانند آب گہر کے اس میں بھرا ہے۔ اور فوارے ہزارے اس میں چھوٹ رہے ہیں۔ چاروں طرف اس نہر کے برہے پانی کے جاری ہیں۔ اور آواز چدّر پر پانی گرنے کی ہر طرف سے آ رہی ہے۔ روشوں کے گرد چمن اس قرینے سے درست کئے ہیں کہ اس کی رنگ پردازی دیکھ کے باغبان قضا بھی بیلچہ پھینک کے بھاگتا ہے۔ ایک طرف جو تختۂ سوسن کھلا ہے اس کی خوشبو سے مغز عاشقوں کا معطر ہوا جاتا ہے۔ ڈالیان میوہ‌دار درختوں کی پھلوں کے بوجھ سے اوپر چمنوں کے جھک رہی ہیں۔

ہوا سے شاخ گل یوں جھومتی ہے
کہ آ کر وہ لب جو چومتی ہے

اور ایک طرف موتیا اور بیلا پھولا ہوا اپنی خوشبو سے دوستوں کے مشام جان کو خوشبو کر رہا ہے۔ دوسری طرف تختۂ لالہ اور نافرمان ایسا لہک رہا ہے کہ جس کی رنگ پردازی سے باغ ارم داغ داغ ہو گیا ہے۔ اور معشوقوں کی سیر چمن کے واسطے ایک قالین رشک بہار بچھایا ہے۔ اور ایک طرف نرگس آنکھیں کھولے انتظار یار میں ایک پاؤں سے کھڑی ہے۔

کری خواب سے آنکھ نرگس نے پاک
لگائی تھی انگور پر اپنی تاک

کسی جا پہ کیلا اکیلا رہا
کہیں موتیا پاس بیلا رہا

روشوں کے باہر عشق پیچے (عشق پیچاں) کی بیل یوں نظر آتی ہے کہ جس طرح عاشقوں کے پاؤں میں زنجیر الفت دکھائی دیتی ہے۔ اور باغ کے خیابانوں کے کنارے عابدان سرو اس خالق حقیقی کی عبادت و ریاضت میں ایک پاؤں سے کھڑے ہوئے مشغول ہیں۔ لالہ و نسترن کے گرد مہندی کی ٹٹیاں اس طور سے تراشی ہیں جس طرح باندھنوں کی اکائی پر پیلام کی سنجاف زیب دیتی ہے۔ ہر ایک طرف سے آزار آبشار، جھینگروں کی جھنکار آ رہی ہے۔ سوائے اس کے گل جعفری اور موگرا اور مولسری و مدن بان اور چنپا اور کیوڑا اور جوہی اور شب بو اور رائے بیل و ہار سنگھار اور گل مخمل اور گل خیرو اور گل عباسی اور ناگیر اور گل زنبق اور گل طرا اور گل اشرف اور گل بگلا اور گل فرنگ ہر ایک اپنے اپنے طور سے کھل رہے ہیں، اور اپنی اپنی خوشبو سے دماغ دھر معطر کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک طرف سے گلاب کی کلیوں کے چٹخنے کی آواز سے سارا باغ گونج رہا ہے۔ تمام گلستان میں پھولوں کے کھلنے کے بہ‌سبب خوشبوئیوں کا ایک بادل سا چھا رہا ہے۔ اور صحن باغ میں ایک چبوترا ہشت پہلو تیار کیا گیا ہے اور ایک شامیانہ روپڑی بادلے کا گنگا جمنی استادوں سے اس کے اوپر کھچ رہا ہے۔ کلابتوں کی ڈوریوں سے جھم جھما رہا ہے۔ اور ایک پلنگ جڑاؤ پایوں کا نیچے اس کے بچھا ہے۔ اور چادر شبنم کی

اوپر کھنچی ہے۔ اور عطر بیش قیمت سے اس پلنگ کو بسایا ہے۔ اور چنگیرین پھولوں سے بھری ہوئی دھری ہیں۔ اور تر و خشک میوے کی ڈالیاں لگی ہیں۔ اور گلابیاں شراب کی گرد اس پلنگ کے چنی ہوئی ہیں۔

ہے ہے وہ حبشی ناپاک اس نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس پلنگ اوپر جا بیٹھا۔ اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ اور انگوری شراب کا پیالہ دور میں لایا۔

یہ حال دیکھ کر بادشاہ اپنے دل میں سانپ کی مانند پیچ و تاب کھانے لگا۔ اور ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہوا ان دونوں کا تماشا دیکھا کیا۔ آخر کار تاب نہ لا سکا۔ اپنے دل میں کہنے لگا ''یا خدا! میں نہیں جانتا تھا کہ یہ آگ میرے گھر میں لگے گی۔ مجھ کو یہ ارادہ تھا کہ یہ لڑکی نابالغ کچھ نہیں جانتی۔ تھوڑے دنوں میں جب پھولوں جوگی ہو گی، کسی بادشاہ والا شان عالی نسب سے اس کی شادی کر دوں گا۔ اور تمام ارمان اپنے دل کے اس لڑکی کی شادی میں نکالوں گا۔ کیونکہ اس کے سوا حق تعالیٰ نے کوئی آل اولاد مجھ کو عطا نہیں فرمائی۔ بلکہ تخت سلطنت اور تاج شاہی بھی اسی کے خاوند کو دوں گا اور آپ یاد الٰہی میں مشغول رہوں گا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ یہ بدکار فاجرہ محل کے اندر بیٹھے بیٹھے شوہر اپنا آپ ہی ڈھونڈھ لے گی۔ ہے ہے نصیبوں میں اس کے یہی لکھا تھا کہ اس حبشی ناپاک کے پلے پڑے اور دونوں جہان کی رو سیاہی اس کے منہ پر لگے۔ خیر اب سوائے صبر کرنے کے کچھ چارہ نہیں۔ بیت

تقدیر کے لکھے کو ممکن نہیں ہے دھونا
تقصیر نہیں اس کی قسمت کا برا ہونا

پس بادشاہ اداس ہو کے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر تماشا ان دونوں کا دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں شہوت کی آگ نے اس ناپاک کے مغز میں شعلہ افروزی کی۔ فسق و فجور میں مشغول ہوا۔ بادشاہ کو تاب اس کے دیکھنے کی نہ رہی۔ اور آگ غصے کی اس کے پاؤں سے ایسی بھڑکی کہ دھواں اس کا مغز سے گذر گیا۔ لاچار صبر کی سل اپنی چھاتی پر رکھے کھڑا رہا اور وقت اٹکلا کیا، اور تاک لگائے رہا۔ یہاں تک کہ جب اس نے کار بد سے فراغت کی اور نیند آن دونوں پر غالب آئی اور وہ دونوں سست ہو کر سو گئے، بادشاہ نے فرصت وقت غنیمت جان کے، دوڑ کے، بہ زور تمام ایسی ایک تلوار دو دستی لگائی کہ سر ان دونوں بے حیاؤں کے تن سے جدا ہو گئے۔

بادشاہ نے ان کو مار کے سجدہ شکر کا ادا کیا اور درگاہ باری تعالیٰ میں کہا کہ ''جیسا انہوں نے کیا تھا ویسی ہی سزا پائی''۔

جب کہ ان دونوں کو مار چکا دل میں خیال کیا کہ اب سرنگ کی راہ سے جانا خوب نہیں۔ ہر چہار طرف اس باغ کے پھرئیے اور دریافت کیجیئے کہ دروازہ اس باغ کا کس طرف ہے، اور رستہ قلعے کے جانے کا کدھر ا۔

اس بات کو دل میں ٹھہرا کر ہر طرف باغ کے پھرنے لگا اور طراوت لطافت اس باغ کی دیکھ کے سخت حیران ہوا، اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ''میں اس تمام ملک کا بادشاہ ہوں اور تمام قلمرو میں میرے کوئی جگہ ایسی نہیں کہ میری سیر سے باقی ہو۔ یہ سخت جائے تعجب ہے کہ نزدیک قلعے کے ایسے ایسے

باغ تعمیر کئے جاویں اور مجھ کو خبر نہ ہو۔ مین تو کیا بلکہ
کوئی بشر اس کی تعمیر سے واقف نہ ہو گا۔ اور اس قحبہ نے
باوجود اس چوکی اور پہرے کے کوارپنے میں ایسا چلتّر کیا کہ جس
کے سننے سے خصم والیوں کے بھی حواس بجا نہ رہیں۔ خیر اب
اس بات کے ظاہر کرنے میں اپنی ھی سبکی ھے۔ سوائے چپ رھنے
کے کوئی تدبیر نہیں۔ اب اگر دروازہ باغ کا نظر پڑے تو اس
باغ سے باھر نکلیئے!

دوسری کہانی

وزیر زادی کے احوال ظاہر ہونے۔ اس کے اور اس کے یار کے بادشاہ کے ہاتھ سے مارے جانے اور وزیر زادی کے بھی قتل ہونے کی ۔

بادشاہ یہ تدبیر اپنے دل میں ٹھہرا کر، باغ کی ہر طرف پھرنے لگا۔ اتفاقاً ایک سمت سے دروازہ باغ کا نظر پڑا۔ بادشاہ کو بہت سی خوشی حاصل ہوئی اور دل میں کہا کہ ''کسی طرح اس بلا سے باہر نکلئے اور قلعے میں پہنچیے''۔ جوہیں باغ کے در تک پہنچا، دیکھتا کیا ہے کہ دروازہ اندر سے بند ہے اور ایک قفل اس میں لگا ہے۔ بادشاہ نے تلوار کے قبضے سے اس قفل کو توڑا اور دروازے کو کھول کر باہر نکلا۔

دیکھتا کیا ہے کہ دروازہ قلعے کا اس جگہ سے پاؤ کوس کی مسافت رکھتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں ٹھہرایا کہ جلدی سے قلعے کے دروازے پر چلئے اور چھپ کے کسی جگہ بیٹھ رہیئے۔ ابھی قریب

ایک پہر کے رات باقی ہے۔ اتنی رات اسی جگہ بسر کیجئے۔ جب
کہ صبح ہو اور دروازہ قلعے کا کھلے، سب آدمی اپنے اپنے کام
کے واسطے باہر قلعے سے نکلیں گے، ان میں مل کر پوشیدہ قلعے
کے اندر داخل ہوجیئے، اور آرام گاہ میں جا کر سو رہیئے۔ جب
کہ صبح ہو تدبیر اس کی جو کچھ کہ ہو عمل میں لایا چاہئے،
اور اس بھید کو کسی غیر پر ظاہر نہ کیجئے۔

بادشاہ اسی تدبیر مین قلعے کی طرف چلا جاتا تھا کہ یکایک
ایک آواز وحشت ناک پیچھے سے آئی کہ "اے کشندے میرے
بھائی کے! تو چاہتا ہے کہ میرے بھائی کو مار کے اپنی جان
سلامت لے جاوے۔ یہ ممکن نہیں کہ تو میرے جیتے جی سلامت
جاوے اور میرے تیئں بھائی کے غم میں تمام عمر رلاوے۔ مگر تیری
حیات کا سررشتہ منقطع ہوا تھا جو تجھ سے ایسا کام ظہور میں
آیا۔ اور میں بھائی کو اپنے ہرچند سمجھاتا رہا کہ ان کاموں سے
باز آ۔ اس نے نہ مانا۔ جیسا کیا ویسا ہی اپنے کئے کا ثمرہ پایا۔
جیسے اطوار بد اس کے تھے ویسے ہی عذاب دیکھے۔ لیکن حیف
ہے میری زندگانی پر کہ باوجود اپنے جیتے رہنے کے جوان بھائی میرا
قتل ہوا اور میں عوض اس کا اپنے دشمن سے نہ لوں۔"

جوہیں یہ آواز وحشت ناک بادشاہ کے کان میں پڑی حیران
ہوا اور بولا کہ "خداوندا! یہ آواز کدھر سے آئی"؟

سراسیمہ ہو کے ہر چہار طرف دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے
کہ ایک حبشی ابر سیاہ کی مانند امڈا ہوا چلا آتا ہے۔

دیکھتے ہی اس کی صورت کے، دل بادشاہ کا سہم گیا اور

ایک پہر کے رات باق ھے۔ اتنی رات اسی جگہ بسر کیجئے۔ جب کہ صبح ھو اور دروازہ قلعے کا کھلے، سب آدمی اپنے اپنے کام کے واسطے باھر قلعے سے نکلیں گے، ان میں مل کر پوشیدہ قلعے کے اندر داخل ھوجیئے، اور آرام گاہ میں جا کر سو رھیئے۔ جب کہ صبح ھو تدبیر اس کی جو کچھ کہ ھو عمل میں لایا چاھئے، اور اس بھید کو کسی غیر پر ظاھر نہ کیجئے۔

بادشاہ اسی تدبیر میں قلعے کی طرف چلا جاتا تھا کہ یکایک ایک آواز وحشت ناک پیچھے سے آئی کہ ''اے کشندے میرے بھائی کے! تو چاھتا ھے کہ میرے بھائی کو مار کے اپنی جان سلامت لے جاوے۔ یہ ممکن نہیں کہ تو میرے جیتے جی سلامت جاوے اور میرے تیئں بھائی کے غم میں تمام عمر رلاوے۔ مگر تیری حیات کا سررشتہ منقطع ھوا تھا جو تجھ سے ایسا کام ظھور میں آیا۔ اور میں بھائی کو اپنے ھرچند سمجھاتا رھا کہ ان کاموں سے باز آ۔ اس نے نہ مانا۔ جیسا کیا ویسا ھی اپنے کئے کا ثمرہ پایا۔ جیسے اطوار بد اس کے تھے ویسے ھی عذاب دیکھے۔ لیکن حیف ھے میری زندگانی پر کہ باوجود اپنے جیتے رھنے کے جوان بھائی میرا قتل ھوا اور میں عوض اس کا اپنے دشمن سے نہ لوں۔''

جوھیں یہ آواز وحشت ناک بادشاہ کے کان میں پڑی حیران ھوا اور بولا کہ ''خداوندا! یہ آواز کدھر سے آئی''؟

سراسیمہ ھو کے ھر چہار طرف دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ھے کہ ایک حبشی ابر سیاہ کی مانند امڈا ھوا چلا آتا ھے۔

دیکھتے ھی اس کی صورت کے، دل بادشاہ کا سہم گیا اور

دھڑکنے لگا ۔ ازبس کہ ڈرا ۔ کلیجہ ماھئی بے آب کی مانند سینے میں پھڑکنے لگا ۔ ھرچند ارادہ کرتا تھا کہ قدم آگے رکھے لیکن جو قدم کہ آگے رکھتا تھا پیچھے پڑتا تھا ۔ یہاں تک کہ وہ نابکار جھپٹ کر بادشاہ کے نزدیک آپہنچا، اور بادشاہ سے لپٹا ۔ شاہ بے حواس ھوا، اور اپنے جسم کی طرف نگاہ کرتا تھا تو مقابل اس کے جسم کے اپنے تئیں میزان عقل میں پاسنگ کے برابر بھی نہ پاتا تھا ۔ اور بدصورت بھی اس قدر تھا کہ اگر ھفت اقلیم کے بدصورت اور کریہہ نظروں سے جسم کی سیاھی اور بدشکلی یک جا کیجئے تو بھی اس کی بدھئیتی کے ایک حصے کے برابر جمع نہ ھوسکے ۔ قوت بھی اس قدر رکھتا کہ اگر چاھے تو ھاتھی کو ایک پشتے کے مانند اٹھا کے پھینک دے اور مل ڈالے ۔ اگر خیال اس کی صورت کا رستم کو خواب میں گذرے، گھبرا کر پیرزال سیاھی زدہ کی طرح نیند سے چونک پڑے ۔ اور اگر اسفندیار جاگتے میں اس کے مقابل ھوجاوے تو اپنے تیئں اس کا ایک لقمہ سمجھ کر ھفت خوان میں چھپنے کو بھاگے ۔

غرض بادشاہ کو اس زور سے پکڑا کہ حواس بادشاہ کے اڑ گئے ۔ لیکن بادشاہ اپنی جان بچانے کے واسطے اس سے مقابل ھوا ۔ جس وقت وہ کوہ تمثال حملہ کرتا تھا، بادشاہ کو کاہ کی مانند اٹھا کے پھینک دیتا تھا ۔ اور کبھی بادشاہ بھی اپنی قوت بشر کے موافق دو چار قدم زور کرکے ڈھیل کے لے جاتا تھا کہ حق تعالی نے اس وقت بادشاہ کی مدد کی کہ پاؤں اس نابکار کا ایک گڑھے میں گرا اور وہ ناپاک چت ھوگیا ۔

اس وقت بادشاہ نے فرصت غنیمت جان کر دونوں پاؤں اس کے پکڑ، سر پر اٹھا لیا، اور دل میں ارادہ کیا کہ اس کو ایسی جگہ مارئیے کہ جہاں پانی نہ ملے ۔

اسی سوچ میں بادشاہ اس کو اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا کہ ایک درخت سوکھا سامنے سے نظر آیا اور بادشاہ نے دیکھا کہ اس کی ایک شاخ کا تھوتھ باھر نکلا ھوا ھے ۔ بات کرتے اس تھوتھ پر بہ طور سولی کے چڑھا دیا کہ وہ سر سے گذر گیا، اور وہ نابکار تڑپنے لگا ۔

بادشاہ نے مسرت دارین حاصل کی اور نہایت خوش ھو کر سجدہ شکر کا درگاہ باری تعالی مین ادا کیا ۔ اور اپنے دل میں کہا ''میں جو اس وقت اس موذی کے ھاتھ سے بچا، معلوم ھوتا ھے کہ کوئی دن حیات میری اس جہان فانی مبں باقی ھے'' ۔

یہ بات دل میں اپنے کہتا ھوا قلعے کی طرف چلا ۔

اتنے میں وہ ملعون پکارا کہ ''اے شخص ! تونے میرے بھائی کو مارا اور مجھ کو بھی قتل کیا لیکن تقدیر میری اور اس کی یوں‌ھی تھی کہ تیرے ھاتھ سے مارے جاویں ۔ اس میں کچھ تیری تقصیر نہیں ۔ خیر جو ھوا سو ھوا ۔ اب اس وقت تو عنداللہ ایک سلوک مجھ سے کرے گا تو حق تعالی تجھ کو اجر عظیم دے گا'' ۔

بادشاہ کے دل میں یہ بات آئی کہ کام اس کا میں تمام کرچکا ھوں ۔ اس وقت اس کے پاس جانا کچھ مضائقہ نہیں ۔ کیونکہ خداجانے اس حالت نزع میں از راہ وصیت نصیحت کیا کرے گا ۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرا کر پانچ چھ قدم الٹا ہٹا اور نزدیک اس کے گیا اور ملعون سے پوچھا کہ ''کیا کہتا ہے''؟

اس نے کہا کہ ''اے شخص! تونے میرے بھائی کو اس طرح سے مارا کہ وہ نہایت جلد اس دنیا کے عذابوں سے چھٹ کر اپنے مکان اصلی کو گیا، اور مجھ کو اس عذاب سے مارا کہ پانچ چار دن جان میرے جسم سے نہ نکلے گی ۔ اور جیتے جی جسم کو میرے جانور نوچ نوچ کھاویں گے، اور سسک سسک کے جان میری نکلے گی ۔ خیر جو ہونی تھی سو ہوئی ۔ اس وقت کہ سوائے خدا تعالی کے کوئی یار و غمخوار میرا اس جگہ نہیں ہے، اگر تو ہی ایک سلوک مجھ سے کرے تو بہ آسانی میری جان نکل جاوے، اور دنیا کے عذابوں سے تیری بہ‌دولت چھٹ جاؤں'' ۔

بادشاہ کے دل میں اس وقت رحم آیا اور اس سے پوچھا کہ ''کیا مطلب رکھتا ہے؟ کہو، انجام کو پہنچاؤں'' ۔

اس ناپاک نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ''اے شخص! بات یہ ہے کہ اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی اور میرے بھائی سے پانچ برس سے دوستی تھی ۔ سو ان دونوں کو تونے قتل کیا ۔ اور اس بادشاہ کا وزیر، کہ نام اس کا خردمند ہے، وہ بھی ایک بیٹی رکھتا ہے، اور وہ لڑکی اب تک ناکدخدا ہے ۔ اس سے اور مجھ سے بہت دنوں سے دوستی ہے ۔ اور جس طرح سے کہ بادشاہزادی نے اپنے عیش و عشرت کے واسطے ایک باغ تیار کیا ہے، اس نے بھی نزدیک اسی باغ کے ایک باغ بنایا ہے، اور اسی باغ میں ہر روز میری ملاقات کے لئے آتی تھی ۔ چنانچہ آج مجھ پر تو یہ مصیبت گذری ۔ وہ میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی روتی ہوگی ۔ اگر مہربانی

کر کے تو نزدیک اس کے جاوے، اور میرے اس برے احوال سے اس کو آگاہ کرے تو عین احسان ہے'' ۔

بادشاہ یہ احوال وزیر کی بیٹی کا سن کے سخت حیران ہوا اور دل میں اپنے کہنے لگا کہ ''یہ اور گل کھلا ۔ میں شاہزادی ہی کے احوال پر روتا تھا ۔ یہ نہ معلوم تھا کہ وزیر کی بیٹی اور اس سے زیادہ نکلے گی ۔ خیر اس نے جو کیا تھا عوض اس کا پایا اور اس نے بھی جیسا کیا ہے انشاءاللہ تعالے یہ بھی بدلا اس کا پاوے گی''۔

بادشاہ نے یہ بات اپنے دل سے کہہ کر اس ملعون سے کہا کہ ''اے شخص ؟ میں جانے کو حاضر ہوں لیکن مجھے زندگی اپنی بھاری نہیں کہ بےتحاشا چور کی طرح وزیر کے گھر میں گھس جاؤں'' ۔

اس ناپاک نے کہا کہ ''اگر تم جانے پر ہمت باندھو تو میں تم کو بہ آسانی پہنچا دوں'' ۔

یہ بات کہہ کر اس بے حیا نے ایک انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار بادشاہ کے آگے پھینک دی اور کہنے لگا کہ ''اس کو اپنے ہاتھ میں پہن لو ۔ اس میں یہ اثر ہے کہ جس جگہ اس کو ہاتھ میں پہن کر جاؤگے تم سب کو دیکھوگے اور تم کو کوئی نہ دیکھے گا'' ۔

بادشاہ کو اس انگوٹھی کے ملنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور بہ موجب کہنے اس لعین کے، وہ انگوٹھی ہاتھ میں پہن، وزیر کے گھر کی طرف روانہ ہوا ۔

جب کہ وزیر کے دروازے پر پہنچا ۔ دیکھتا کیا ہے کہ دروازہ وزیر کے گھر کا کھلا ہے اور سب اپنے اپنے چوکی اور پہرے پر حاضر ہیں ۔ اور چار مشعلچی پنچ شاخے روشنی کے گاڑے ہوئے صحن میں بیٹھے ہیں ۔

یہ احوال دیکھ کے بادشاہ نے اپنے دل میں خوف کھایا کہ شاید ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ان میں سے مجھ کو پہچان لے اور واسطے پوشیدہ رہنے کے جو محنت کی ہے سو برباد ہوجاوے۔

اس بات کو اپنے دل میں سوچا اور واسطے آزمائش کے نزدیک ان مشعلچیوں کے جا کر کھڑا ہو، اور ایک دھول بڑے زور سے ایک کے سر میں ماری ۔ وہ آپس میں لڑنے لگے اور بادشاہ کو کسی نے نہ دیکھا ۔ تب تو بادشاہ کی خاطر جمع ہوئی اور پردہ اٹھا کے وزیر کے گھر میں داخل ہوا ۔ بہ‌مجرد پہنچنے کے ہر چہار طرف نگاہ کر کے دیکھنے لگا کہ معلوم کیا چاہئے کہ دروازہ محل سرا کا کس طرف ہے ۔

یہ خیال بادشاہ اپنے دل میں کررہا تھا کہ ایک طرف ایک دروازہ عظیم نظر پڑا ۔ ایک پردہ ٹاٹ بافی اس کے آگے لٹکا ہے اور چوبدار سونے روپے کے عصا لئے ہوئے موافق قاعد کے دست بستہ حاضر ہیں ۔

بادشاہ نے نہ دھڑک ہوکر پردے کو اٹھایا اور دبے پاؤں اندر محل کے درآیا ۔ دیکھتا کیا ہے کہ خواصین اور لونڈیاں ہر طرف کو اپنے اپنے کام میں حاضر اور قلماقنین اور حبشنیں اور ترکنیں اپنے اپنے عہدے پر قائم ہیں ۔ اور ایک مکان میں پلنگ کے اوپر ایک نازنین ماہ‌جبیں نہایت غمگین بیٹھی ہے ۔ لیکن

اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی کسی کی راہ تکتا ہو ۔ اور کبھی اداس ہوکے اس شعر کو زبان پر لاتی تھی ۔ بیت

نکل اے دلربا گھر سے کہ وقت بے حجابی ہے
چمن میں چل بہار نسترن ہے ماہتابی ہے

بادشاہ جی میں سمجھا کہ شاید یہی وزیر کی بیٹی ہے ۔ یہ بات دل میں ٹھہرا کے اس کے نزدیک گیا اور آہستہ اس نازنین کے کان میں کہا کہ ''اے وزیر زادی! جا کر اپنے دوست کی خبر لے کہ کسی دشمن نے اس کو مار ڈالا'' ۔

وہ نازنین سنتے ہی اس بات کے بیتاب ہو کے اس صدا کو ندائے غیبی سمجھ کر اٹھی، اور غم کی لہر اس کو ایسی چڑھی کہ باؤلی ہو گئی ۔ سچ ہے کہ دریا عشق کا ناپیدا کنار ہے ۔ اور کسی نے تھاہ اس کی نہیں پائی ۔ جس نے کہ اس میں پاؤں رکھا اس نے تھوڑے ہی دنوں میں گھر ڈبونے کا خوب مزا چکھا ۔

متاع دین و دنیا موج عشق پار لے ڈوبی
یہ سیل تند جو بستی تھی وار اور پار لے ڈوبی

کوئیں سے کام کیا ہے اے عزیز وماہ کنعاں کو
زلیخا کی محبت کی کشش یکبار لے ڈوبی

گذرتا کس لئے آب اسیری فرق بلبل سے
اسے گل کی محبت ہو گلے کا ہار لے ڈوبی

شب فرقت میں تنہا بیٹھ کر اس طرح روئے ہم
کہ سیل اشک اپنی تا در و دیوار لے ڈوبی

سزا دی ناخدا ترسوں کو بارے کشتی مے نے
کہ شیخ اور محتسب کا جبہ و دستار لے ڈوبی

نہ چھوڑا رند اور زاہد کو امواج محبت نے
جدھر یہ سیل امڈی مست اور ہشیار لے ڈوبی

غرض کہ اس نازنین کو سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی کہ جلد چلئے اور اپنے دوست کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے کہ کیا مصیبت اس پر گذری اور کس موذی نے مجھ کو لذت زندگی سے محروم کیا۔

اس تدبیر کو اپنے دل میں قرار دے کر پلنگ کو اٹھایا اور اس دروازے کو، کہ نیچے اس پلنگ کے بھی تھا، کھولا اور سرنگ میں اتری۔

اس وقت بادشاہ بھی دبے پاؤں اس کے پیچھے سرنگ میں اتر کے اس کے ساتھ ہوا۔

وزیرزادی دیوانوں کی طرح تصور اپنے دوست کا سامنے آنکھوں کے کر کے، گرتی پڑتی باغ کی طرف چلی۔ غرض بڑی مصیبت کھینچ کر اس باغ کے چاروں طرف دوڑ دھوپ کی۔ ہرچند دوست کو ڈھونڈا لیکن کسی طرف سے شکل اس کی نظر نہ آئی۔ بیقرار ہوکے رونے لگی اور یہ شعر پڑھے، ۔ شعر

پھنستے ہی دام میں بلبل نے کہا یا قسمت
پھر کبھی گل سے ملادے کا خدایا قسمت

پھر یہ دل میں اپنے کہنے لگی کہ "ایسے میرے نصیب بد ہیں کہ میرے جیتے جی دوست پر میرے ایسی مصیبت گذرے اور میں صورت بھی اس کی نہ دیکھوں۔ وہ اپنی جان سے جاوے اور

میں جیتی رہوں ۔ خدا کی قسم جب تک کہ میں صورت اس کی نہ دیکھوں گی، گھر میں نہ جاؤں گی،، ۔

چاروناچار اس نے یہی جی میں ٹھانا کہ دروازہ باغ کا کھول کے باہر نکلئے اور تلاش اپنے دوست کی کیجئے ۔ یا تو دوست کو اپنے ڈھونڈھ لائے یا اس کی تلاش میں جان اپنی بھی گنوائے ۔ ،، بیت

نہ سدھ بدھ کی لی اور اور نہ منگل کی لی
نکل گھرستی راہ جنگل کی لی

یہ باتیں دل سے کہہ کر دروازے کو کھول دیا اور باہر نکلی اور ہر طرف کو نگاہ کرنے لگی۔

اتفاقاً دور سے اس کو وہ درخت نظر پڑا کہ جس پر اس کا یار سولی چڑھا تھا ۔ اس نازنین نے اپنے دل میں خیال کیا کہ نزدیک اس درخت کے چلئے اور اس کے اوپر چڑھ کے ہر طرف نگاہ کیجئیے تو کسی طرف لاش دوست کی پڑی ہوئی نظر آوے ۔

جوہیں اس درخت کے نزدیک جاپہنچی، دیکھتی کیا ہے کہ نعش ایک آدمی کی اس تھوتھ سے لٹکی ہوئی ہے ۔ دیکھتے ہی اس نعش کے ڈر گئی ۔

اتنے میں وہ ناپاک پکارا کہ ''اے دوست دلنواز اور میری ہمراز ! مجھ پر تو یہ مصیبت گذری کہ ایک موذی نے میرے بھائی کو اور بادشاد زادی کو اس باغ میں قتل کیا ۔ اور مجھ کو اس عذاب سے مارا ۔ اب کوئی دو چار دم باقی ہیں کہ بھرتا ہوں ۔ پر یہی آرزو تھی کہ کسی طرح شکل تیری نظر آوے تو یہ روح اس عالم فانی سے مقام جاودانی کو جاوے ۔ نظم

نہ کوئی دوست اپنا ہے نہ یار و مہربان اپنا
سناؤں کس کو غم اپنا، الم اپنا، فغان اپنا

نپٹ اس زندگی سے ناک میں آیا مرا دم ہے
نہ کھانا ہے نہ پینا ہے یہ صحرا ہے مکان اپنا

وزیر زادی نے رو کر اس سے پوچھا کہ "وہ شخص تجھ کو مار کے کس طرف گیا؟"
وہ ملعون بولا کہ "میں نے اس کو بہ‌منت تمام اپنی انگوٹھی دے کر اپنا احوال تیرے سامنے کہنے کی خاطر بھیجا تھا۔ تجھ کو خبر دے کے معلوم نہیں کدھر گیا"۔

وزیر زادی نے بہت سا افسوس کیا اور کہنے لگی "اگر میں جانتی کہ وہ ھی کشندہ میرے دوست کا ہے، ڈھونڈ کر اس کو پکڑتی اور دانتوں سے گوشت اس کا کچا کاٹ کاٹ کھاتی۔ خیر اب جو چیز ھاتھ سے گئی اس کا افسوس کرنا بے فائدہ ہے۔ تقدیر میں جو لکھا تھا سو ھوا۔ اب سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں"۔

وہ لعین بولا کہ "اے دوست غم‌گسار اور اے آرام جان بیقرار! اب جو کچھ کہ ھونی تھی سو ھوئی۔ رونے اور پیٹنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اب ذرا آؤ اور اپنی چھاتی میری چھاتی سے لگاؤ تو آگ میرے کلیجے کی ٹھنڈی ھو۔ لیکن جس حالت میں کہ تجھ نازنین کو درخت پر چڑھنا مشکل ہے اس واسطے چاھتا ھوں کہ تو اپنی ایک انگلی میرے منہ میں رکھ دے تو میں اپنی مراد پاؤں اور جان میری بہ‌آسانی نکل جاوے"۔

اتفاقاً بادشاہ کی مہر جو وزیر کے پاس رھتی تھی اور وزیر

نے مارے الفت کے اپنی بیٹی کو دی تھی کہ اس کو اپنے ھاتھ میں رکھ اس وقت وہ انگوٹھی بھی اس نازنین کے ھاتھ میں تھی اس نازنین نے وھی انگلی گھبرا کے اس کے منہ میں رکھ دی ۔ بمجرد انگلی منہ میں دینے کے جان اس ناپاک کی نکل گئی ۔ اور منہ اس طرح سے بند ھوا کہ انگلی وزیر زادی کی مع انگوٹھی کٹ کے اس کے منہ میں رہ گئی ۔

وہ نازنین انگلی کے درد سے تڑپ گئی اور کچھ اس کے مرنے سے ڈری ۔ تب لاچار ھوکے خوب سا روئی ۔ اور اس کی نعش پر یہ شعر پڑھ کے رخصت ھوئی ۔ شعر

چلی بلبل جلا کر گل کے ھاتھوں آشیاں اپنا
نہ چھوڑا ھائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ھوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا

یہ کہہ کر باغ سے بلبل ھوئی رخصت کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیاں اپنا

جب کہ باغ میں اپنے پہنچی طراوت اور لطافت باغ کی دیکھ کے خوب سا پھوٹ پھوٹ کے روئی ۔ اور یہ شعر پڑھ کے گھر کی راہ لی ۔ شعر

ھمصفیران چمن ھم سے چمن چھوٹے ھے
ھائے یہ شام غریبی کہ وطن چھوٹے ھے

اور اس سرنگ کی راہ سے گھر میں آکے یہ شعر پڑھتے پڑھتے، جبھہ تک جاگا کی، روتی رھی ۔ آخرکار سو رھی ۔

اے اشک! مرے موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے
داماں تلک بہہ چلے پر تار نہ ٹوٹے

بادشاہ نے یہ سب احوال اپنی آنکھوں سے دیکھ کر معاودت فرمائی اور گھر میں آ کر پلنگ پر آرام کیا ۔

جب کہ تھوڑی سی رات باقی رہی وزیر کی بیٹی نے از روئے مکر رونا شروع کیا اور فریاد آغاز کی اور کہنے لگی کہ ''انگوٹھی کے واسطے کوئی میری انگلی کاٹ لے گیا'' ۔

وزیر زادی کی آواز دردناک سن کے خواصین اور لونڈیاں اور دائیاں بے حواس ہو کے دوڑیں، اور پلنگ کو وزیر زادی کے گھیر لیا ۔ اور کسی لونڈی نے دوڑ کے وزیر کو خواب راحت سے جگا کر خبر دی کہ انگوٹھی بادشاہ کی جو وزیر زادی کے ہاتھ میں تھی، اس کے لالچ سے کوئی چوٹٹا انگلی وزیر زادی کی کاٹ لے گیا ۔

وزیر سنتے ہی اس بات کے بے حواس ہو کے اٹھا اور دوڑ کے بیٹی کے پاس گیا ۔ دیکھتا کیا ہے کہ بیٹی اس کی پلنگ کے اوپر پڑی لوٹتی ہے ۔ اور فی الحقیقت کہ ایک انگلی اس کی نہیں، سخت حیران اور پریشان ہوا اور دل میں شش و پنج کر کے کہنے لگا کہ ''بیٹی کے دکھ کو روؤں کہ انگوٹھی کے جانے کا غم کروں ۔ صبح کو جا کے بادشاہ سے کیا کہوں گا ۔ اور بادشاہ اس بات کو کب باور کرے گا ۔

لاچار ہو کے اتنی رات جیوں تیوں بسر کی ۔ جب کہ فجر ہوئی اور داروغۂ جیل خانہ فلک یعنی ماہتاب نے آسامیاں ستارگاں

کا شمار کر کے مغرب کی طرف عزم کیا۔ اور شاہ خاوری یعنی آفتاب عالم تاب نے تخت سپہر برین پر جلوس فرمایا۔

شب گذری اور آفتاب نکلا

خردمند وزیر پوشاک پہن، بادشاہ کے حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ اور آداب بجا لا کے عرض کیا ''خداوند! تمام عالم آپ کے عدل و انصاف کی بہ‌دولت فیض یاب ہے۔ اور سب رعیت عدالت عالی کے سبب تمام رات دروازے کھول کے سوتے ہیں۔ اور شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ یہ کیا ظلم ہے کہ انگوٹھی کے واسطے چور انگلی میری بیٹی کی کاٹ لے جاوے۔ اس کی عدالت آپ کو کرنا ضرور ہے۔ و الاّ غلام اپنے تئیں ہلاک کرے گا''۔

بادشاہ نے اس بات کے سنتے ہی ہنس دیا اور کہا کہ ''اے وزیر! ہراسان نہ ہو۔ البتہ عدالت اس کی ہم کریں گے۔ اور انگوٹھی بھی پیدا کر دیں گے''۔

یہ بات کہہ کے بادشاہ نے اٹھ کے ہاتھ وزیر کا پکڑا اور اپنی بیٹی کے محل کی طرف چلا۔

وزیر جب کہ دروازے پر محل سرا کے پہنچا، اسی جگہ ٹھٹھک رہا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ''جس طرف کو ہم چلیں تم بھی چلے آؤ اور تماشا قدرت الٰہی کا دیکھو''۔

وزیر بہ‌موجب فرمانے بادشاہ کے ہمراہ چلا۔

بادشاہ وزیر کو ہمراہ لئے اپنی بیٹی کے پلنگ کے پاس جاکے

کھڑا ہوا اور وزیر کو کہا کہ ''اس پلنگ کو اٹھا'' ۔

وزیر نے جوہیں اس پلنگ کو اٹھایا ایک دروازہ زمین دوز اس کے نیچے سے نظر آیا ۔ وزیر کے حواس اس دروازے کے دیکھتے ہی اڑگئے ۔ اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ ''جہاں پناہ ! خدا کے واسطے اس احوال سے غلام کو واقف کیجئیے کہ یہ دروازہ کیا ہے'' ؟

بادشاہ نے کہا کہ ''کچھ بتانے کی حاجت نہیں ۔ جب سب احوال معائنہ کرے گا خود واقف ہوجائے گا ۔ ابھی چپکا میرے ساتھ چلا آ'' ۔

یہ بات کہہ کے وزیر کو ساتھ لیا اور اندر سرنگ کے اترا اور مسافت اس کی طے کرکے باہر نکلا ۔

جوہیں باغ میں پہنچا ۔ باغ دیکھتے ہی وزیر کے حواس اڑگئے ۔ لیکن خوف سے بادشاہ کے کچھ نہ بولا ۔ بادشاہ وزیر کو ساتھ لئے ہوئے سر پر ان دونوں لاشوں کے جاکر کھڑا ہوا اور وزیر سے کہنے لگا کہ ''اے وزیر ! پہچان یہ لاش کس کی ہے'' ؟

وزیر کو مارے دہشت کے غش آگیا ۔

بادشاہ نے تھوڑا سا پانی نہر سے اٹھا کر وزیر کے منہ پر چھڑکا ۔ ہوش میں آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ بادشاہ کی بیٹی ایک حبشی کریہہ منظر کے ساتھ سوتی ہے اور دونوں کے تن سر سے جدا ہیں ۔

وزیر نہایت بےحواس ہوکر بادشاہ کے پاؤں پر گر پڑا اور

کہنے لگا کہ ''اے خداوند! جلد فرمائیے کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ نہیں تو جان میری گھبرا کے نکل جاوے گی'' ۔

بادشاہ نے کہا کہ ''یہ احوال تو دیکھا اور جو کہ باقی ہے وہ بھی دیکھ لے ۔ اس وقت کیفیت اس کی تجھ سے بیان کروں گا ۔

پھر بادشاہ نے وزیر کا ہاتھ پکڑا ۔ اس باغ سے باہر نکلا اور اس درخت کے نزدیک کہ جس پر یار اس کا بہ طور سولی والوں کے چڑھا تھا جاکر کھڑا ہوا ۔

وزیر نے جوہیں اس درخت اور اس نعش کو دیکھا بے اختیار ہوکے گرداب حیرت میں ڈوب گیا ۔

اس وقت بادشاہ نے وزیر کو کہا کہ ''کسی چیز سے اس کے منہ کو کھول ! '' ۔

وزیر نے ایک لکڑی سے جوہیں اس کے منہ کو چیرا ایک انگلی کٹی ہوئی معہ انگوٹھی اس کے منہ سے نکل پڑی ۔ اس انگلی اور انگوٹھی کے دیکھتے ہی وزیر کا رنگ زرد ہوگیا اور وحشیوں کی طرح سے عالم سکوت میں رہ گیا ۔

بادشاہ نے کہا کہ ''اے خردمند! پہچان کہ یہ انگلی کس کی ہے اور یہ انگوٹھی اس کے منہ میں کس طرح سے آئی تو کہتا تھا کہ انگلی میری بیٹی کی چور کاٹ لے گیا ۔ پس انگلی مع انگوٹھی اس کے منہ میں کون ڈال گیا'' ۔

وزیر کو طاقت جواب کی نہ رہی اور آنسو آنکھوں سے گر پڑے ۔

لاچار ہوکے بادشاہ سے عرض کی کہ ''اے خداوندا میں کچھ

اس اسرار سے واقف نہیں۔ خدا جانے کہ یہ آفت کہاں سے میری جان پر آئی۔ اور اس بیٹی نے حرمت و آبرو میری گنوائی۔ اب یہی جی چاہتا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک کروں اور کسی کو منہ اپنا نہ دکھلاؤں"۔

اس وقت بادشاہ نے وزیر کو دلاسا دیا اور ساتھ اپنے لے کے اپنی بیٹی کے باغ میں آیا اور ایک مکان میں بیٹھ کے ابتدا سے انتہا تک سب احوال سے وزیر کو واقف کیا۔ پھر وزیر کا ہاتھ پکڑ کے دوسرے باغ کی طرف، کہ وزیر کی بیٹی نے بنایا تھا، روانہ ہوا۔

جوہیں اس باغ میں پہنچا، دیکھتا کیا ہے کہ یہ باغ بھی تیاری میں بادشاہزادی کے باغ سے کم نہیں۔ دالان کے کونے میں ایک چھپرکھٹ زرنگار بچھا ہے۔ وہیں بادشاہ نے اس پلنگ کو سرکا دیا۔ اس کے بھی نیچے ایک دروازہ نکلا۔ بادشاہ نے دروازے کو کھول دیا اور ہاتھ وزیر کا پکڑ کے اندر اس کے اترا۔ ایک پاؤ کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد بادشاہ اور وزیر، وزیر زادی کے محل میں آن نکلے۔ اس وقت وزیر کو کہنا بادشاہ کا یقین ہوا۔ اور وزیر زادی نے جوہیں ان دونوں کو سرنگ سے نکلتے دیکھا، خوف سے غش میں آگئی۔

وزیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ "اے خداوند! اب اس کار بد کے بدلے اس قحبہ کو کیا سزا دوں"؟

بادشاہ نے فرمایا کہ "اس کو بھی مار ڈال"!

وزیر نے بہ‌موجب حکم بادشاہ کے ایک تلوار ایسی لگائی کہ سر وزیر زادی کا تن سے جدا ہوگیا ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ”اے خردمند! سر ان دونوں بدذاتوں کے گڑوادے ۔ اور لاشیں ان حبشیوں کی دفن کروا اور نعش ان دونوں رنڈیوں کی کوتوالی چبوترے کے آگے ڈال دے ۔ اور دو لکھنے والے اور بیس ہرکارے ان لاشوں پر متعین کر کہ جو کوئی ان لاشوں کے حق میں کچھ بات کہے، وہ بات جوں کی توں لکھ کے حضور میں ارسال کریں“ ۔

بادشاہ وزیر سے یہ بات کہہ کے محل سے برآمد ہوا اور حمام میں جاکے پوشاک تبدیل کی اور دیوان عام فرمایا ۔

لکھنے والے اور ہرکارے کوتوالی چبوترے میں حاضر تھے اور جو کوئی ان دونوں لاشوں کے حق میں کچھ بات کہتا تھا لکھ کے بادشاہ کے پاس بھیجتے تھے ۔

تیسری کہانی

راجہ بیدار بخت کی بیٹیوں کے آنے اور اِن دونوں لاشوں کے ذکر کرنے اور بادشاہ کی شادی بیداربخت کی چاروں بیٹیوں کے ساتھ ہونے اور بادشاہ کے اپنے محل میں آنے کی

اتفاقاً اس نزدیکی میں ایک راجہ عظیم الشان تھا ۔ جاہ و حشمت حق تعالیٰ نے اس کو اس قدر عطا فرمائی تھی کہ ہزاروں آدمی اس کی دولت سے فیض یاب ہوتے تھے اور آنند و روند ہر چہار طرف کے اس کی بخشش اور سخاوت سے پرورش پاتے تھے ۔ نام اس راجہ کا بیداربخت تھا ۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو چار بیٹیاں عطا فرمائی تھیں ۔ اثاثہ دولت و حشمت سے جو چیز چاہئے اس راجہ کو مہیا تھی ۔ اور ان چاروں دختروں سے قالب دولت و راحت مانند عناصر اربع بنا تھا ۔ چاروں شکل اور شمائل میں صاحب جمال اور عقل و دانائی میں باکمال تھیں ۔ اور چاروں حد بلوغ کو پہنچی تھیں ۔

بیدار بخت نے نام بڑی بیٹی کا دل آرام اور دوسری کا دلربا اور تیسری کا نام زیب النساء، چوتھی کا فرخندہ رکھا تھا ۔ ہرچند

وے تینوں بظاہر عمر اور قد میں فرخندہ سے بڑی تھیں لیکن فہم اور فراست میں کب اس سے لگا کھا سکتی تھیں۔ اور فرخندہ ظاہر میں اگرچہ تینوں سے چھوٹی تھی لیکن تینوں سے زیادہ تر کھوٹی تھی۔

راجہ نے ہر چند ارادہ کیا کہ کوئی گھر مناسب دیکھ کے ان کی شادی کر دیجئے لیکن وے بیٹیاں اس بات کے سننے سے نہایت ناخوش ہوتی تھیں اور ہمیشہ باپ سے اپنے کہتی تھیں کہ "ہم کو شادی کرنا منظور نہیں۔ ہم اسی طرح ہنس کھیل کے زندگانی اپنی بسر کریں گی۔ ہم کو شادی درکار نہیں" اور ہمیشہ غسل کر، پوشاک مردانی اپنے اپنے بدن پر درست کر، ہتھیار لگا، گھوڑوں پر سوار ہو کے، جنگل کی طرف نکل جاتی تھیں۔ اور تمام دن روز سیر اور شکار میں آخر کر کے شام کے وقت گھر میں آتی تھیں۔ باپ ہر چند منع کرتا تھا اور سر کو اپنے دھنتا تھا لیکن بکنا اس بیچارے کا کون سنتا تھا۔

اس دن بھی وہ چاروں بہنیں سیر اور شکار سے فراغت کر کے اپنے گھر کو چلیں۔ دل آرام نے ان تینوں بہنوں سے کہا کہ "آج دل چاہتا ہے کہ شہر کی سیر و تماشا دیکھتے ہوئے مکان کو چلئے"۔

تینوں بہنیں بڑی بہن کے کہنے سے راضی ہوئیں اور کہا کہ "ہم حاضر ہیں۔ جدھر کو دل چاہے چلئے"۔

یہ بات کہہ کر چاروں بہنوں نے گھوڑوں کو شہر کی طرف اٹھا، شہر کے چوک سے ہو کر، سیر کرتی ہوئی چلی جاتی تھیں۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ کوتوالی چبوترے کے سامنے ایک انبوہ آدمیوں کا ہے۔

دل آرام نے کہا کہ "بوا! چل کر دیکھیں کہ اس قدر بھیڑ آدمیوں نے کیوں کر رکھی ہے؟ اتنی خلقت یہاں کس واسطے جمع ہے"۔

یہ بات کہہ کر وہ چاروں بہنیں ان لاشوں کے سرھانے کھڑی ہوئیں۔

جوھیں ان لاشوں پر نگاہ پڑی، بڑی بہن جس کا نام دل آرام تھا، بولی کہ "یہ دونوں رنڈیاں مسی خوب لگاتی تھیں"۔

سب آدمی سنتے ھی اس بات کے سخت حیران ہوئے کہ اس سوار نے عجب طرح کی بات کہی کہ یہ لاشیں سر نہیں رکھتیں۔ پس مسی لگانا ان کا اس کو کس طرح ثابت ہوا؟۔

دوسری بہن، کہ نام اس کا دلربا تھا، بولی کہ "مسی تو خوب لگاتی تھیں لیکن ان کو کاجل لگانے کا بھی بڑا سلیقہ تھا"۔

اس بات کے سنتے ھی لوگوں کو زیادہ تعجب ہوا۔

پھر تیسری بہن، کہ نام اس کا زیب النسا تھا، کہنے لگی کہ "بال بھی ان کے سر کے بڑے بڑے تھے"۔

اس بات کے سنتے ھی لوگوں کو سکتے کا عالم ہو گیا۔

چوتھی بہن، جس کا نام فرخندہ تھا، ھنس کے بولی کہ "ان دونوں بیوقوفوں نے کیا، پر کر نہ جانا"۔

سب آدمی اس کے منہ کو دیکھ کے بھیچک رہ گئے کہ یہ سوار کیا کہتا ہے۔ لیکن کسی نے نہ معلوم کیا کہ یہ رنڈیاں ھیں۔

جب ان سواروں نے یہ بات کہی اور گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں، ملازم بادشاہی جو ان لاشوں کے نگہبان تھے، گرد ان کے ہو گئے۔ اور ان سواروں سے سوال کیا کہ "آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور دولت خانہ آپ کا کس جگہ ہے اور نام آپ کا کیا ہے"؟۔

دل آرام بولی کہ "تم کو ہمارے نام اور نشان پوچھنے سے کیا مطلب ہے"

وے لوگ بولے کہ "ہم کو جناب بادشاہ نے یہ حکم کیا ہے کہ جو کوئی ان لاشوں کے حق میں کچھ بات کہے وہ بات اور نام و نشان اس شخص کا لکھ کے حضور میں ارسال کرنا۔ سو ہم اس واسطے نام اور نشان تمہارا پوچھتے ہیں"۔

دل آرام بولی کہ "نام میرا دل آرام ہے دوسری بہن کا دلربا اور تیسری کا زیب النسا اور چوتھی کا نام فرخندہ ہے۔ ہم چاروں راجہ بیدار بخت کی بیٹیاں ہیں۔ ہم شکار کھیلنے کے واسطے جنگل کی طرف گئیں تھیں۔ پھرنے کے وقت ہمارے دل میں یہ آیا کہ شہر کے بیچ میں چلئے اور چوک کی سیر کرتے ہوئے مکان کی طرف جاوین۔ اس جگہ پر ہجوم آدمیوں کا دیکھ کے کھڑی ہو گئی تھیں۔ اب اپنے گھر جاتی ہیں۔

یہ کہہ کے چاروں بہنوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور اڑ لاگین۔

ملازمان بادشاہی نے نام اور نشان ان کا لکھ کے بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ بادشاہ اس احوال کے دریافت کرتے ہی

حیران ہوااور دل میں اپنے کہنے لگا کہ ”اگرچہ حق سبحانہ تعالے نے اپنی قدرت سے ایسی ایسی خلقت پیدا کی ہے اور ایسا ایسا شعور ایک ایک رنڈی کو بخشا ہے، کہ وہ لاشیں کہ سر نہ رکھتی تھیں، انہوں نے مسی اور کاجل لگانا اور بال ان کے سر کے معلوم کئے۔ لیکن وہ چھوٹی ان سب سے تیز ہوش معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ وہ چاروں میرے ہاتھ لگیں۔ تب وہ باتیں ان سے دریافت کروں،،۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرا کر منشی کو حکم کیا کہ ایک فرمان راجہ بیدار بخت کے واسطے لکھے۔ اس مضمون سے۔

مضمون فرمان کیواں شاہ کا جو راجہ بیدار بخت کو لکھا تھا یہ ہے۔

’جس روز سے کہ حق سبحانہٗ تعالے نے خلقت بنی آدم کی پیدا کی اور تختۂ زمین کو اپنی قدرت کاملہ سے آباد کیا، اسی روز سے یہ معمول ہے کہ راجوں کو بادشاہوں کے ساتھ ایک رابطہ الفت و محبت کا ہے۔ اب یہ خاکسار امیدوار کہ چشم مروت و الطاف رکھ کر بزرگوں کا سا احسان اس نیک اندیش پر فرمائیں کہ اس عاجز کو اپنی خویشی میں قبول کریں۔ چاہتا ہوں کہ چاروں لڑکیاں اپنی جو حد بلوغ کو پہنچی ہیں اس خیرخواہ کو مرحمت کریں تو جب تک میری حیات کا رشتہ باقی ہے اور جسم میں جان ہے اس احسان کو ہرگز فراموش نہ کروں گا۔ اور حکم خوردی اور بزرگ داشت، جتنا کہ بنی آدم کو لازم ہے، سب بجا لاؤں گا۔ آپ کو لازم ہے کہ اس درخواست کو میری

قبول فرمائیے اور جواب باصواب اس اشتیاق نامے کا عنایت کیجئے، اور بندے کو اپنی فرزندی میں لیجئے ۔ جو کچھ کہ حق لکھنے کا تھا اس خیر اندیش نے لکھا ۔ آگے اختیار آپ کا ہے ۔ پس لازم ہے کہ آپ اس بات سے درگذر نہ کریں ۔ و اِلّا نہ آپ کے حق میں خوب نہ ہوگا،۔

منشی نے، بہ‌موجب حکم کے، فرمان لکھا اور مہر بادشاہ کی اس پر کرکے روانہ کیا ۔ جوہیں فرمان بادشاہ کا روبرو بیداربخت کے پہنچا، بیداربخت اس کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ''زہے طالع میرے! کہ فرمان بادشاہ کا میرے نام اس طور سے آیا،، ۔

فرمان کے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور آداب بجا لایا ۔

بعد اس کے جب لفافے کو چاک کرکے، جب مطالعہ کیا، ووہیں بیداربخت کی کمر سی ٹوٹ گئی اور آنسو آنکھوں سے گر پڑے ۔

بعد اس کے چاروں بیٹیوں کو طلب کیا اور کہنے لگا کہ ''اے بدبختو! اسی واسطے تم کو میں منع کرتا تھا کہ یہ کام خوب نہیں ۔ ایک دن اس کے بہ‌سبب رسوائی میری اور بدنامی تمہاری ہوگی ۔ سو تم اپنے چالنوں سے باز نہ رہیں ۔ اور تم نے اپنی لاج اور میری آبرو گنوائی ۔ اگر تمہارے عوض میرے گھر پتھر پیدا ہوتا تو بہتر تھا ۔ کس واسطے کہ سنگ سے بنائے خانہ قائم رہنے کی امید تھی؛ اور تمہارے پیدا ہونے سے غیر از خانہ خرابی کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ اب اس جہان میں منہ دکھانا مجھ کو ننگ ہوا ۔ اور تمہارے بہ‌سبب کھانا اور پینا چھوڑا اور جینے سے تنگ ہوا ۔ حیف ہے اس بیٹی کے جینے پر کہ اطواربد

بد سے باز نہ آوے اور اس کے بہ‌سبب حرمت اور آبرو باپ کی جاوے ۔ اب یہ بہتر ہے کہ تم کو قتل کروں اور آپ بھی مرمٹوں ۔ اسی میں جوہر میری حرمت کا بچا رہتا ہے،، ۔

باپ کی زبانی یہ بات سن کر چاروں نقش بہ دیوار ہوگئیں اور کچھ جواب نہ دیا ۔

بعد ایک گھڑی کے بیداربخت نے بادشاہ کے نامے کو آگے ان کے پھینک دیا اور کہا کہ ،، اس کو پڑھو اور جواب اس کا جو تم کہو سو لکھوں،، ۔

دل آرام نے وہ فرمان بادشاہی ہاتھ میں اٹھالیا اور پڑھ کے تینوں بہنوں کو سنایا ۔ لیکن یہ طاقت کسی کو نہ ہوئی کہ روبرو باپ کے کچھ بات کہے ۔

فرخندہ، کہ ان سب میں چالاک تھی، سب سے پھٹک کے الگ جاکر کھڑی ہوئی، اور روبرو باپ کے آداب بجا لائی، اور عرض کی کہ ،،بابا جان! تم ہمارے خداوند حقیقی و مجازی ہو ۔ ہم نے آپ کے بہ‌سبب اس جہان کو دیکھا اور ہوش و عقل پیدا کیا ۔ مقدور ہے کہ ہم جواب اس کا دے سکیں ۔ اگر آپ کی عزت اور حرمت ہمارے مار ڈالنے میں بچا رہتی ہے تو سر ان لونڈیوں کے حاضر ہیں اور ہمارے مرنے میں آپ کا بھلا ہے تو اس سے کیا بھلا ہے ۔ حق تعالے زندگی آپ کی بڑھاوے اور آپ کو دیر گاہ رکھے ۔ ہونا نہ ہونا ہمارا برابر ہے ۔ لیکن ہمارے مار ڈالنے سے آپ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا ۔ اور ہم جان سے جاویں گے ۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ ہم کو بادشاہ کے حوالے کردیجئے ۔ جو ہمارے نصیبوں میں لکھا ہے سو ہوگا ۔ اور آپ

ہم کو مردوں میں شمار کرلیجئے،، ۔

بیداربخت نے، سنتے ہی اس بات کے، افسوس کیا اور دل میں کہا کہ ,,انہیں کا دل اس بات میں راضی ہے تو میری فکر سے کیا ہوتا ہے ۔ اس سے کیا بہتر ہے کہ ان کو بادشاہ کے حوالے کردوں،، ۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرا کے بادشاہی فرمان کا جواب اس طرح لکھا ۔

عبارت عرضداشت راجہ بیداربخت کی جو فرمان بادشاہی کے جواب میں لکھی گئی تھی یہ ہے ۔

'ذرّۂ بے مقدار کو کیا طاقت کہ خورشید جہاں تاب سے ہمسری کرے اور گدا کو کیا تاب کہ بادشاہوں کے مقابل ہوسکے ۔ ہرچند کہ یہ ناچیز کسی لائق نہیں لیکن اس مقام میں، کہ حضور اقدس کی رائے جہاں آرا اس طرف متوجہ ہے، تو اس سے کیا بہتر کہ یہ بے بضاعت بھی فدویان شاہی میں گنا جاوے اور خیرخواہ حضور عالی کا کہلاوے ۔ ہرچند کہ اس ناچیز میں مقدور شادی کا نہیں، اور اس فکر میں عقل ڈاماں ڈول (ڈانواں ڈول) ہے، لیکن اپنی قدرو قدرت کے موافق ایک تاریخ مقرر کر کے رسم ڈولے کی ادا کرے گا، ۔

یہ بات لکھی اور حضور اقدس میں روانہ کی ۔

بادشاہ اس عرضی کے پڑھنے سے نہایت خوش ہوا ۔ یہاں تک کہ مارے خوشی کے کلی شگفتہ کی طرح اپنے پیراہن میں پھولا نہ سماتا تھا ۔ اور اس گل بے خار کے ہم کنار ہونے کی آرزو

میں کھلا جاتا تھا ۔ اور گھڑیاں گننے لگا ۔

اور بیداربخت نے ایک ساعت نیک و سبھ لگن کے واسطے مہندسوں، نجومیوں کو طلب فرمایا اور حکم کیا کہ ''ایک ساعت نیک واسطے شادی کے ٹھہراؤ'' ۔

نجومیوں برھمنوں نے، بہ‌موجب حکم اپنی اپنی تقویم اور پتروں کو ہاتھ میں لے کے، بچارا ۔ ستاروں کا بھی شمار کیا ۔ جب کہ قمر و عطارد و زھرہ، مریخ، مشتری اور زحل کو آپس میں بہ نظر دوستی ناظر پایا اور موافق قاعدہ نجوم کے، ھر رخ میں بہ درجہ سعادت دیکھا، ساعت نیکہ اور مبارک واسطے شادی کے قرار دی اور راجہ سے عرض کیا کہ ''آئندہ روز یک شنبہ ان چاروں نور چشموں کی شادی کے واسطے نہایت مبارک اور میمون ھے'' ۔

وونہیں بیداربخت نے اپنے اھل کاروں کو بلوا کے حکم کیا کہ ''زیور اور پوشاک ان چاروں نورچشموں کی شادی کے واسطے تیار کرو'' ۔

اھل کاروں نے، بہ‌موجب حکم کے، تین روز کے عرصے میں سب زیور اور لباس شاھانہ تیار کیا ۔

غرض بہ‌موجب حکم راجہ کے چار ڈولے چار لاکھ روپے کی تیاری کے تیار ھوئے ۔ اتوار کے دن، بہ‌موجب نجومیوں پنڈتوں کے کہنے کے، راجہ نے چاروں بیٹیوں کو لباس اور زیور سے آراستہ کر کے ڈولوں پر سوار کیا اور ایک شان و شوکت کے ساتھ خدمت شاھنشاہ میں بھجوا دیا ۔ اور آپ الفت پدری کے باعث رخصت کے وقت، خوب سا پھوٹ پھوٹ کر رویا ۔

راجہ کا رونا دیکھ کر سب حاضران مجلس کے آنسو گر پڑے سچ ہے کہ ان لڑکیوں کے جانے سے وہ گھر ماتم سرا ہوگیا ۔ بیداربخت ان کو رخصت کر کے ماتم زدوں کی مانند غمگین اور ملول مسند پر بیٹھا اور حاضران مجلس سے کہنے لگا کہ ''میں نے جناب باری تعالے میں بہت نک گھسنی کر کے یہ لڑکیاں پائی تھیں ۔ سچ کہتا ہوں کہ میں نے بالک بیٹوں سے بھی زیادہ بہ ناز و نعمت پروش کیا تھا ۔ اور جس دن سے یہ پیدا ہوئی تھیں کوئی غم میرے نزدیک نہیں آیا ۔ اور میں جانتا ہوں کہ کسی نے بیٹی تمام عمر اپنے گھر میں نہیں رکھی ۔ لیکن کلیجے کی آگ کب بجھتی ہے ۔ میں نہ جانتا تھا کہ آخر کو یہ بیٹیاں اور کا گھر آباد کریں گی اور میرا گھر اجاڑ کر جاویں گی ۔ خیر اب یہ جی چاھتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کے، جو یہ عمر کہ باقی ہے، اس کو یاد الٰہی میں بسر کیجئے ۔ اور کبھی جیتے جی نام ان کا نہ لیجئے'' ۔

بیداربخت اسی طرح بیٹیوں کے غم میں روتا رہا ۔ آخرش، روز بروز لوگوں کے سمجھانے کے، غم اس کا کچھ کم ہوا ۔

راوی کہتا ہے جس وقت کہ وہ چاروں ڈولے ایک شان و شوکت کے ساتھ قلعہ بادشاہی کے سامنے پہنچے، ہرکاروں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی ۔ کیوآن شاہ نے خرد مند وزیر کو حکم کیا کہ ''جلوس سواری کا ہمراہ لے کر جاؤ ۔ استقبال کرو ۔ اور چاروں سواریوں کو جدا جدا چار محل میں اترواؤ'' ۔

وزیر نے بہ‌موجب حکم کے استقبال کیا اور ان چاروں کو چار مکان میں اتروایا ۔

شام کے وقت جب کہ عروس بادلہ پوش فلک نے اپنی عشرت گاہ میں آکر جلوہ کیا، بادشاہ نے فرمایا کہ ''جس محل میں کہ دلآرام بیگم اتری ہے اس محل میں تیاری خوابگاہ کی کرو،، ۔

بہ‌موجب حکم کے سب ایک دم میں تیار ہوگیا ۔

بادشاہ نے نہایت خوشی سے خاصا تناول فرمایا ۔ ازبس کہ ہشاش بشاش محل مین داخل ہوا اور دل آرام بیگم کے پاس پلنگ پر جا بیٹھا ۔

بمجرد بیٹھنے کے دل‌آرام سے کہا ''اے بیگم! ہم کو حق تعالی کے فضل و کرم سے تمام جہاں کی نعمت میسر ہے اور ہزاروں رنڈیاں خوبصورت، صاحب جمال دست بستہ خدمت میں حاضر ہیں لیکن ہم نے جو تم سے شادی کی ہے صرف ایک بات پوچھنے کی خاطر،، ۔

دل‌آرام بولی کہ ''فرمائیے! وہ بات کون سی ہے،، ؟

بادشاہ نے فرمایا کہ ''قریب پانچ روز کے ہوتے ہیں کہ ہم نے دو لاشیں رنڈیوں کی بےسر کوتوالی چبوترے کے سامنے میں ڈال دی تھیں ۔ اور جو شخص ان کے حق میں کچھ بات کہتا تھا اس کی خبر بہ‌جنس ہم کو پہنچتی تھی ۔ اتنے میں تم چاروں بہنیں بہ‌لباس مردانہ اس جگہ پر وارد ہوئیں ۔ اس وقت پہلے تم نے کہا کہ، یہ رنڈیاں مسی خوب لگاتی تھی ، ۔ پس تم نے کیونکر مسی لگانا ان کا پہنچانا ۔ کیونکہ ان لاشوں کے سر نہ تھے ۔

یہ بات سن کر دل آرام ہنسی اور بادشاہ سے کہنے لگی کہ ''جہاں پناہ! صرف اس بات کے واسطے اتنا دکھ اپنے اوپر گوارا کیا اور ہم کو اس عذاب میں ڈالا کہ سیر و شکار کرنے اور جہان کے تماشے دیکھنے سے ہم کو باز رکھا۔ یہ بات چنداں مشکل نہ تھی کہ سمجھ میں نہ آوے،،۔

بادشاہ نے کہ ''ہم سمجھے۔ ہم کو سمجھا دو! ،،۔

دل‌آرام بولی ''اے جہاں پناہ! جو رنڈی کہ پھوھڑ ہوتی ہے مسی لگانے میں سیاھی اس کی انگلی سے دور نہیں ہوتی اور جو کہ باشعور ہوتی ہے سیاھی کو ترشی سے دور کرتی ہے۔ پس ان انگلیوں میں سیاھی مسی کی نہ تھی۔ اور ذرا سا خون ان کا سیاہ تھا۔ اس واسطے میں نے یہ بات کہی کہ مسی خوب لگاتی تھیں،،۔

بادشاہ کو اس بات کے سننے سے یقین ہوا کہ نہایت دانا ہے۔ تب دل آرام کو چھاتی سے لگا لیا اور تمام شب عیش و عشرت سے بسر کی۔

جب کہ صبح ہوئی، خورشید جہان تاب نے اپنے نور سے پردۂ جہاں کو روشنی بخشی، بادشاہ نے بھی خواب راحت سے بیدار ہو کے حمام کیا اور پوشاک تبدیل کر کے کاروبار دنیا میں مشغول ہوا اور راہ شام کی دیکھنے لگا۔ جب شام ہوئی اور سلطان فلک سیر آسمان رستے میں سر کر کے اپنے خلوت سرا میں گیا، بادشاہ نے حکم کیا کہ ''دلربا بیگم کے محل میں سامان خوشی اور خورمی کا مہیا ہو،،۔

بموجب حکم بادشاہ کے سب تیار ہوا اور بادشاہ خاصا تناول کرکے دلربا کے محل میں داخل ہوا ۔

بمجرد بیٹھنے کے دلربا سے کہا ''اے بیگم! فلانے دن کوتوالی چبوترے کے سامنے دو لاشیں عورتوں کی بے سر پڑی تھیں ۔ تم چاروں بہنیں اس جگہ آئیں اور ان لاشوں کے حق میں تم اس طرح کہنے لگیں کہ ''یہ رنڈیاں کاجل خوب لگاتی تھیں ان کے آنکھیں نہ تھیں ۔ تم کو کاجل لگانا ان کا کیونکر معلوم ہوا ؟ ،،

دلربانے کہا کہ ''یہ بات چنداں مشکل نہیں ۔ جب کہ رنڈیاں کاجل لگاتی ہیں، کاجل آنکھ سے بہہ نکلتا ہے ۔ جو رنڈی کے پھوہڑ ہوتی ہے کاجل کو دامن سے پونچھ ڈالتی ہے اور جو کہ شعور مند ہے پیشواز کی مغزی سے پونچھتی ہے ۔ پس ہم نے جو داغ سیاہی کا ان کی پیشواز کی مغری میں لگا دیکھا، یہ بات کہی کہ یہ رنڈیاں کاجل خوب لگاتی تھیں،،

یہ بات سنتے ہی بادشاہ نے، خوش ہوکے دلربا کو گود میں لے لیا، اور آرام فرمایا ۔

جب کہ سلطان فلک کا خواب راحت سے بیدار ہوکے تخت عدالت پر جلوہ گر ہوا، بادشاہ نے بھی محل سے برآمد ہوکے، دیوان عام فرمایا، اور کاروبار دنیا میں مشغول ہوا ، اور تمام روز بسر کیا ۔

رات کے وقت زیب النسا کے محل میں داخل ہوا اور زیب النسا کو بھی ان لاشوں کی بات یاد دلائی اور پوچھا کہ بغیر ہونے سر کے درازی بالوں کی کس طرح معلوم ہوئی،، ؟

زیب النسا نے کہا کہ ''دریافت کرنا اس بات کا کیا مشکل ہے ؟ - پیٹھ ان لاشوں کی تابہ سرین چکنی تھی - اسی واسطے میں نے یہ بات کہی کہ بال ان کے بہت دراز تھے'' -

بادشاہ نہایت خوش ہوا اور بات کو اس کی یقین کیا - اور زیب النسا کے ساتھ بستر راحت پر آرام کیا -

جب کہ بادشاہ آسمان کا، تاج زرین سر پر رکھ کے، اوپر تخت فلک کے رونق افروز ہوا بادشاہ نے بھی محل سے نکل کے دربار کیا -

جب کہ دن تمام ہوا، شام کے وقت فرخندہ کے محل میں داخل ہوا اور بمجرد بیٹھنے کے فرخندہ سے سوال کیا ''اے فرخندہ! تیری تینوں بہنوں نے جو بات کہی وہ میں نے سنی اور یقین کی لیکن اب تیری بات سننے کا اشتیاق ہے - تونے جو ان لاشوں کے حق میں کہا تھا کہ کیا پر کر نہ جانا اس بات سے مجھ کو واقف کر ! '' -

فرخندہ نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ''اے جہاں پناہ ! وہ تینوں باتیں سہل تھیں - اور بہنیں میری بےوقوف تھیں جو انہوں نے ایسی جلدی بتلادیں - اس لونڈی کی ایک شرط ہے - اگر آپ اس شرط کو بجا لائیں تو ماہیت سے اس بات کی واقف ہوویں'' -

بادشاہ نے پوچھا کہ ''اے فرخندہ ! وہ شرط کیا ہے ؟ ''

فرخندہ نے عرض کی کہ ''جہاں پناہ ! اگر چالیس گھڑے پانی کے کنویں سے بھر لائیے اور میرے پلنگ کے گرد چھڑکاؤ

کیجئے تو اس بات سے واقف ہوجئے گا۔ بعد اس کے اس لونڈی کو جو فرمایئے عمل میں لاوے گی ۔ اور بے اس بات کے لونڈی آپ کے نزدیک نہیں بیٹھے گی ''۔

بادشاہ اس بات کے سننے سے نہایت ناخوش ہوا اور کہا ''اے فرخندہ! یہ بات لائق شان بادشاہوں کے نہیں ۔ اگر تو کہے تو ہزار مشک گلاب اور بید مشک کی، گرد تیرے پلنگ کے، چھڑکاؤ کروا دیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ چالیس گھڑے اپنے ہاتھ سے بھر کے چھڑکاؤ کروں ''۔

فرخندہ نے کہا کہ '' اگر آپ کو اس لونڈی کی خوشی و بہ رضامندی ہم بستر ہونے کی منظور ہو تو اس بات کو قبول کیجئے۔ و الاّ سر اس لونڈی کا حاضر ہے ''۔

بادشاہ نہایت ناخوش ہوا۔ اور تمام شب ردّ و بدل میں کاٹی۔ ہرچند فرخندہ کو سمجھایا لیکن کہنا بادشاہ کا فرخندہ کی خاطر میں نہ آیا۔

صبح کے وقت بادشاہ نے فرخندہ سے کہا کہ '' اے نادان! ابھی سمجھ! ۔ ابھی کچھ نہیں گیا۔ جب کہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ میں نہیں آنے کا۔ آخر اس افسوس میں ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی '' ۔

فرخندہ بولی کہ '' آپ قصور نہ کیجئے اور جو عذاب شدید آپ کو منظور ہیں اس لونڈی کو دکھلایئے۔ اس لونڈی نے جو بات کہی ہے، اس کی اور بنا ہے گی ''۔

بادشاہ نے فرخندہ سے یہ بات کہی (۱) اور برہم ہو کے محل سے برآمد ہوا۔ اور دیوان عام میں بیٹھ کے دل میں کہنے لگا کہ "اس بدکار حیلہ جو کو ایسے عذاب شدید دکھائیے کہ قدر عافیت معلوم کرے" اور اپنے کئے سے شرمندہ ہوکے سر میرے قدموں پر رکھے اور تھوڑے سے دن میری نافرمانی کا مزہ چکھے"۔

یہ بات اپنے دل میں قرار دے کر داروغہ عمارت کو بلوا کے حکم کیا کہ "تین روز کے عرصے میں دریا کے بیچ کوٹھری پختہ گلاؤ اور اس کے اوپر ایک گنبد بناؤ!"

داروغہ عمارت نے تین روز کے عرصے میں گنبد تیار کیا اور بادشاہ کو خبر دی۔

بادشاہ نے فرخندہ کو ایک بجرے پر سوار کیا۔ اور آپ بھی اس کے ساتھ سوار ہو کے نزدیک اس گنبد کے گیا۔ اور فرخندہ کو اس گنبد میں اتار دیا۔ اور توڑا ہزار روپے کا روبرو اس کے رکھ دیا کہ "میں واسطے ملک گیری کے جاتا ہوں۔ ایک برس کے عرصے میں پھر اس شہر میں آوں گا۔ لیکن تجھ کو لازم ہے کہ پانچ سو روپے اس توڑے کے خرچ کیجیو اور پانچ سو روپے باقی رکھیو۔ لیکن مہر اس توڑے کی بجا رہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسی گنبد کے بیچ ایک بیٹا حلال کا پیدا کر رکھیو!"۔

---

(۱) - جو بات کہی اس کا مسودے میں ذکر نہیں۔ غالباً مصنف لکھنا بھول گیا یا پھر عبارت اس طرح ہونی چاہئے۔ "بادشاہ نے فرخندہ کی یہ بات سنی"۔

فرخندہ آداب بجا لائی اور عرض کی کہ "بہت بہتر آپ تشریف لے جائیے ۔ بیت

یوں آپ کی خوشی ہے ہمیں قتل کیجئے
پر حق تو ہے یہی کہ ہماری خطا نہیں"

بادشاہ نے یہ بات کہہ(۱)کر دروازے کو بند کیا اور حکم کیا کہ " ہر روز دوپہر کے وقت ایک خواجہ سرا کشتی پر سوار ہو کے ایک آبخورا پانی کا اور جو کی دو روٹیاں تابدان کی راہ سے اس کو پہنچا جایا کرے۔ اور سوائے اس کے اور کوئی چیز نہ پاوے"۔

یہ بات کہہ کر، دروازے کو بند کیا، اور قفل اس میں لگا کے، کنجی اس کی قلمدان میں رکھی، اور یہ شعر پڑھ کے اس جگہ سے روانہ ہوا۔ بیت

رهیو آباد میاں! ہم تو چلے جاتے ہیں
داغ دل پر لیئے اور جی کے جلے جاتے ہیں

---

(۱) ۔ سن کر ہونا چاهئے۔

چوتھی کہانی

دانش مندر سوداگر کی کیوان شان کے دارالسلطنت میں داخل ہونے اور اس گنبد سے فرخندہ کے نکالنے اور بادشاہ سے چالیس گھڑے پانی بھروانے کی

جس وقت کہ بادشاہ فرخندہ کو دریا میں گنبد کے درمیان بند کر کے قلعے میں داخل ہوا ووہیں داروغہ فراش خانے کو حکم کیا کہ اسی وقت پیش خیمہ مغرب کی طرف نکالو،،۔

اور داروغہ نوبت خانے کو فرمایا کہ ''طبل کوچ بجاوے،،۔

فراشوں نے داروغہ کے بہ موجب فرمانے کے سو چھکڑے پیش خیمے کے اسی گھڑی روانہ کئے اور نہایت چلا؛ تین کوس کے عرصے پر خیمے کو استاد کیا۔

شام کے وقت جب کہ نقارہ کوچ کا بجنے لگا بادشاہ تخت پر سوار ہو کے شہر سے برآمد ہوا۔ بادشاہ تخت روان پر سوار ہو

کے شہر سے برآمد ہوا اور وزیر و امیر اور سب عہدے دار ہمراہ رکاب حاضر ہوئے۔ بادشاہ بہ شکوہ تمام خیمے میں جا کے داخل ہوا۔

صبح دم جب کہ مسافر فلک کا اپنے خیمے خاور سے نکل کے آسمان میدان میں راہ چلنے والا ہوا، بادشاہ نے اس جگہ سے بھی کوچ فرمایا۔ اور اس طرح دو دو چار چار دن ہر ایک مکان میں ٹھہر ٹھہر کے دل کو اپنے بہلانے لگا۔ اور کبھی جو یاد فرخندہ کی دل میں آتی تو یہ شعر پڑھتا۔ بیت

کیوں کہیں یہ کہ کیا کیا ہم نے
جو کیا سو بھلا کیا ہم نے

راوی کہتا ہے کہ فرخندہ اس امید پر کہ کسی طور پر ایک برس تمام ہو جاوے اور امید بر آوے اس گنبد تنگ و تاریک میں بہ طور قیدیوں کے رہتی تھی۔ اور جو دکھ کہ فلک نے اس پر ڈالا تھا اس کو سہتی تھی۔ تمام روز دکھ بھرتی تھی اور اس گنبد میں بیٹھی ہوئی یاد حق کیا کرتی اور کہتی بیت

سونپا میں اپنا کام خدائے کریم کو
دیکھیں وہ اپنے فضل سے اب کیا دکھاوے ہے

یا الٰہی! کسی طرح بات میری سرسبز ہو۔ اور اس جگہ مجھ کو سوائے تیرے اور کوئی وسیلا نہیں۔ اب میری بات کی شرم تیرے ہاتھ ہے۔ بیت

اری ہے کیسی تیرے قربان جاؤں
برے وقت میں ایک تو رہ گئی ہے

اور کبھی نہایت بیقرار ہو کے یہ شعر زبان پر لاتی تھی۔ شعر

بہنا تو اپنی آنکھ کا دستور ہوگیا
دی تھی خدا نے آنکھ سو ناسور ہوگیا

بھٹکی پھرے ہے کب سے خدایا مری دعا
دروازہ کیا قبول کا معمور ہوگیا

شعلہ بھبک کے اٹھنے لگا دل کے داغ سے
آخر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

فرخندہ حالت بیقراری میں یہ شعر پڑھ رہی تھی کہ بارے مناجات اس کی قبول ہوئی اور حق تعالے نے بات سنی کہ امید اس کی بر آئی کہ ایک سوداگر کسی ملک سے آ کر وارد ہوا اور کشتیاں اس کی بحر کے گنبد کے نزدیک سے ہو کے گزریں ۔

فرخندہ اس وقت تابدان کی راہ سے ، کہ جس میں سے کھانا اور پانی اس کو آتا تھا، سیر دریا کر رہی تھی ۔ اتنے میں دیکھتی کیا ہے کہ ایک سوداگر مال ور چھت پر بجرے کے چوکی بچھائے بیٹھا ہے ۔ اور ایک فراش جھالر دار پنکھا، دھوپ کی اوٹ کے واسطے اس کے روبرو لگائے کھڑا ہے ۔ اور کشتیاں اس کی بحر کے کچھ آگے نکل گئی ہیں اور کچھ پیچھے چلی آرہی ہیں ۔

فرخندہ نے عقل سے دریافت کیا کہ بجرا اس کا گنبد کے نزدیک آ کر اسی گھاٹ لگے گا ۔ وہیں ایک مکر تازہ اس کو یاد پڑا ۔ وہ آبخورے پانی کے کہ جو اس کے واسطے ہر روز آتے تھے ان میں سے ایک توڑا اور اس کی ٹھیکری اٹھا لی اور ایک کوئلے سے اس پر لکھا کہ ”اے سوداگر! حق سبحانہ تعالے نے، جب سے کہ بنیاد خلقت کی ڈالی ہے، شاید کہ مجھ سا خوبصورت

کوئی جہان میں پیدا نہ کیا ہوگا ۔ مگر ایک حادثے کے بہ‌سبب میں اس گنبد میں قید ہوں ۔ اور حق تعالے نے جیتے جی مجھ کو قبر میں ڈالا ۔ اگر تو خواہش میری رکھتا ہے تو ایک حویلی کرائے کی دریا کے کنارے لے لے اور اس جگہ سے نل تانبے کے دوڑا کے مجھ کو اس گنبد سے نکال تو ہم اور تم تمام عمر عیش و عشرت سے بسر کریں اور جام امید شراب مراد سے بھریں ‘‘ ۔

یہ بات اس ٹھیکری پر لکھ کے تابدان کی راہ سے روبرو اس سوداگر کے پھینک دی ۔

سوداگر، کہ نام اس کا دانش مند تھا، دیکھتے ہی اس ٹھیکری کے حیران ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ’’ اس جگہ سے کنارہ بھی نزدیک نہیں ۔ اس ٹھیکری کے آنے کا موجب کیا ہے‘‘ ۔

اس بات کو اپنے دل میں غور کرکے دریافت کیا کہ شاید یہ ٹھیکری اس گنبد کے اندر سے کسی نے پھینکی ہے ۔ جوہیں اس ٹھیکری کو اٹھا کے دانش مند نے پڑھا، بہ‌مجرد پڑھنے کے تیر عشق کا ایسا لگا کہ جگر کے پار ہوگیا ۔

دل میں اپنے کہنے لگا کہ ’’ جب تک یہ نازنین ہاتھ نہ آوے گی، کھانا اور پینا حرام ہے ۔ ایسی تدبیر کیجئے کہ یہ نازنین ہاتھ آوے ‘‘ ۔

اس تدبیر کو اپنے دل میں جگہ دے کر مقابل اس گنبد کے لنگر کیا ۔ اور اس جگہ پر ایک حویلی موافق معاش کے کرائے پر ٹھہرا کے مال اور اسباب اس میں اتروایا ۔ اور دوسرے روز کئی ایک ٹھٹھیروں کو شہر سے بلوایا اور ایک مکان علیحدہ میں

ان کو لے جا کر ان کو زر کا بہت سا لالچ دیا اور اپنے اس بھید سے ان کو واقف کیا اور کہا کہ ''اگر یہ کام میرا تم بخوبی نہایت جلد سرانجام کرو گے تو میرے انعام و اکرام سے تمام عمر کسی کے محتاج نہ ہو گے '' ۔

ٹھٹھیروں نے زر کے لالچ سے یہ کار دشوار قبول کیا اور دانش مند سے کہا کہ ''ہم محنت کرنے کو حاضر ہیں ۔ آگے آپ کی خداوندی '' ۔

دانش مند نے بہ‌موجب ان کے کہنے کے سو من کی چدرین(۱) تانبے کی خرید کر کے روبرو ان کے رکھ دیں اور سرنگ کی جگہ بھی ان کو بتلا دی ۔

ٹھٹھیروں نے بہت سی محنت کر کے تانبے کے نل تیار کئے اور دریا کے بیچ سے پانچ روز کے عرصے میں اس گنبد کی تہہ میں پہنچ دئیے اور دانش مند سے عرض کی کہ '' اگر حکم ہو تو ہم تہہ اس گنبد کی توڑیں '' ۔

دانش مند نے حکم کیا کہ ''گنبد کی تہہ توڑ کے نل کے اندر سے آدمی کی آمد و رفت کا رستہ چوڑا چکلا تیار کرو! '' ۔

کاریگروں نے جوہیں اس گنبد کی تہہ کو توڑا، فرخندہ نے معلوم کیا اغلب ہے کہ اس سوداگر نے میرے نکالنے کے واسطے اتنا بڑا دکھ اٹھایا ہے اور اس قدر زر نقد خرچ کیا ہے ۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرا کے اس گنبد کے ایک کونے میں لگی رہی ۔

---

۱ ۔ چادریں ۔

کاریگروں نے اپنے کام سے فراغت حاصل کر کے خبر دی ۔

دانش‌مند نے نہایت خوش ہو کے بہت سا انعام ان کو دے کر رخصت کیا ۔ اور ایک عورت عقل مند کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ "تمہارے کہنے کے بہ‌موجب سب دکھ اور درد کو میں نے اپنے سر پر لیا ۔ اور آپ کے اشتیاق میں اس شتابی سے نقب کو تیار کیا ۔ اب آپ کو لازم ہے کہ قدم مبارک میری آنکھوں پر رکھیں اور اس مشتاق گر افراز کر کے ثمر مراد نہال زندگانی سے حاصل کریں" ۔

یہ پیغام دانش‌مند کا جوہیں اس نازنین نے فرخندہ سے کہا فرخندہ نے ہنس دیا ۔ اور اس عورت سے یہ بات کہی کہ "ابھی تو دانش‌مند کے نزدیک جا اور پوشاک اور زیور میرے پہننے کے واسطے لے آ" ۔

وہ رنڈی وہاں سے دانش‌مند کے پاس آئی ۔

جوہیں اس رنڈی نے فرخندہ کا پیغام دانش‌مند کو سنایا، دانش‌مند سنتے ہی اس خبر فرحت اثر کے کپڑوں میں پھولا نہ سمایا اور مارے خوشی کے جلدی جلدی ایک کشتی میں پوشاک نفیس و زیور و جواہر بیش‌قیمت لگا کے، اس عورت کی معرفت فرخندہ کے پاس بھیج دیا ۔

جوہیں وہ رنڈی پوشاک کشتی اور جواہر کی فرخندہ کے روبرو لے گئی ، فرخندہ نے نہایت اس لباس اور زیور سے اپنے تئیں آراستہ کیا اور دانش مند کی ملاقات کے واسطے اس رنڈی کے ساتھ نل کی راہ سے روانہ ہوئی ۔

دانش‌مند نے جوہیں فرخندہ کے آنے کی خبر سنی نہایت

خوش و خرم ہو کر مکان کا فرش درست کیا اور آپ پوشاک نفیس اور زیور گراں بہا پہن کے بہ توزک تمام مسند پر جا بیٹھا ۔

جوھیں دانش مند کو فرخندہ سامنے نظر آئی بہ اشتیاق تمام مسند سے اٹھ کھڑا ہوا ، اور فرخندہ دانش مند کے نزدیک آپہنچی ۔

کہنے لگی کہ ''بابا صاحب! اس لونڈی کی بندگی قبول ہو''۔

دانش مند سنتے ھیں اس بات کے بھیچک رہ گیا اور فرخندہ سے کہنے لگا کہ ''اے نیک بخت ! میں نے تیرے کہنے سے یہ دکھ اپنے سر پر لئے اور ایک اُمید باطنی کی برآمد کی خاطر اتنا زر بے شمار خرچ کیا ۔ یہ نہ معلوم تھا کہ تو مجھ کو باپ اپنا بنا دے گی اور میرے ھاتھ نہ لگے گی ۔ مثل مشہور ہے 'اوتاولا سو باؤلا' ۔ دھیرا سو گمبھیرا ۔ سچ ہے اگر میں اس کام کو بتدریج کرتا تو خراب نہ ھوتا ۔ اب جو آپ کے دل میں آوے سو کیجئے'' ۔

یہ باتیں فرخندہ سے کہیں اور یہ شعر پڑھا ۔

ھمارے نام سے جب آہ تجھ کو ننگ لگے
قبائے زندگی کیونکر نہ بر میں تنگ لگے

فرخندہ نے یہ باتیں سنیں اور کہا کہ ''اے سوداگر! میں جورو بادشاہ کی ھوں اور بادشاہ مجھ کو ایک گنبد میں قید کر کے ملک گیری کے واسطے گیا ہے ۔ تو چاھتا ہے کہ مجھ کو گنبد سے نکال کے رخنہ میری عصمت میں ڈالے ۔ کیا تجھ کو اپنی زندگی بھاری پڑی ہے کہ اس خیال کو اپنے دل میں راہ دیتا ہے ۔ تو اس بات کو اپنے دل میں خیال کر (کہ) جس شخص نے بادشاہ کو بدون شرط ادا کرنے کے قبول نہ کیا، پس وہ تجھ کو کب قبول

کرے گی ۔ اور آپ ایک سہل بات کے واسطے قید ہو کے مرے گی ۔ اب حق میں تیرے یہی بہتر ہے کہ جو راہ میں بتاؤں اس راہ چل اور جو زر کہ میں بتاؤں اس کو خرچ کر ۔ بعد ایک برس کے جب کہ بادشاہ ملک گیری سے پھر کے گھر میں آوے جتنا زر کہ تیرا خرچ ہو گا اس سے چوگنا دلادوں گی ۔ و الا تیرے حق میں بہت برا ہوگا ،، ۔

دانش‌مند نے یہ باتیں سن کر صبر کا پتھر اپنی چھاتی پر رکھا اور جیسا کیا تھا اس کا مزہ چکھا ۔ فرخندہ نے جیسا کہا تھا اس کو قبول کیا کہ 'بہت بہتر ہے جو کچھ کہ آپ کہیے گا بندہ بجا لاوے گا ' ۔

اس وقت دانش‌مند سے فرخندہ نے کہا کہ ''اے سوداگر! پہلی بات یہ ہے کہ ایک رنڈی مقرر کر دے کہ ہر روز دوپہر کے وقت اس گنبد میں جا کے کھانا اور پانی اس خواجہ سرا کے ہاتھ سے لے لیا کرے ۔ لیکن منہ سے ہرگز کچھ نہ بولے ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح ہو تلاش کرے تیس لونڈیاں خوبصورت، صاحب جمال ، ہم شکل میری بہم پہنچا کے خرید کر ۔ اور بعد اس کے جیسا کہوں ویسا کیجیو ،، ۔

دانش مند نے فرخندہ کے بہ‌موجب کہنے کے ایک رنڈی اس گنبد میں روٹی اور پانی لینے کے واسطے مقرر کی اور پانچ روز کے عرصے میں تلاش کر کے تیس لونڈیاں خوبصورت ہم شکل فرخندہ کے بہم پہنچائیں ۔ اور فرخندہ سے کہا کہ ''اب جیسا حکم ہو عمل میں لاؤں ،، ۔

فرخندہ بولی کہ ''اے دانش مند ! اب اس جگہ سے کوچ

کر اور جس جگہ کہ بادشاہ کا لشکر ہو وہاں جا ،، ۔

دانش مند نے فرخندہ کے بہ موجب کہنے کے اسباب کو لدوایا اور فرخندہ کو تیسوں لونڈیوں سمیت ساتھ لیا ۔ اور کچھ آدمی نگہبانی کے واسطے اس حویلی میں چھوڑے ۔

بیچ تھوڑے عرصے کے لشکر بادشاہی میں جا پہنچا اور خیمہ برپا کیا ۔ اسباب اور زنانی سواریوں کو اس میں اتروایا ۔

فرخندہ تیسوں لونڈیوں کو ہمراہ لے کر خیمے میں داخل ہوئی ۔ اور وہ رات بخوبی اس خیمے میں کاٹی ۔

دوسرے دن دانش مند سے کہا کہ ''اب تجھ کو لازم ہے کہ بادشاہ کے حضور میں جا اور ایک خوانچہ جواہر بیش قیمت بادشاہ کی نذر کے واسطے ہمراہ لے جا ۔ جب کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوگا بہ موجب قاعدے کے آداب بجالانا ۔ اس خوانچے کو نذر گذراننا اور بادشاہ تجھ سے پوچھیں کہ ' ارادہ تمہارا کیا ہے ، تو عرض کرنا کہ یہ فدوی دور سے سوداگری کے واسطے آپ کے قلمرو میں وارد ہوا ہے اور جنس ہر قسم کی ہمراہ رکھتا ہے ۔ امیدوار ہے کہ اس جنس کو حضور عالی میں حاضر کرے اور اس میں سے جو چیز کہ حضور میں پسند آوے آپ خرید فرماویں ،، ۔

دانش مند نے فرخندہ سے یہ سب باتیں سنیں اور رخصت ہو کے بادشاہ کے محل مبارک کی طرف چلا ۔

جب کہ در دولت سرا پر پہنچا حاضران ڈیوڑھی کو اپنے احوال سے واقف کیا ۔

ملازمان بادشاہی نے حضور والا میں جاکر عرض کی کہ ''ایک سوداگر کسی ملک سے در دولت سرا پر حاضر ہوا ہے۔ اور ہر قسم کا مال سوداگری ہمراہ رکھتا ہے۔''

بادشاہ نے فرمایا کہ ''اس کو بلا لو!''

دانش مند جس وقت خدمت شاہ میں حاضر ہوا موافق قاعدہ بادشاہی کے آداب بجا لایا اور نذرگذرانی۔

بادشاہ نے نذر قبول فرمائی اور دانش مند سے نہایت خوش ہو کے پوچھا کہ ''کس طرف سے آنا ہوا ہے اور ارادہ تمہارا کیا ہے؟۔''

دانش مند نے جس طرح کہ فرخندہ نے سکھا دیا تھا اسی طرح عرض کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ''یہ تمہارا گھر ہے اور جو چیزیں تم لائے ہو سب ہم کو ملاحظہ کرواؤ۔ البتہ ہم خرید فرماویں گے۔''

دانش مند نے عرض کی کہ ''اس فدوی کو پروانگی بلا قید کی ہو۔ جس وقت کہ یہ فدوی حضور عالی میں حاضر ہووے روکا نہ جاوے۔''

بادشاہ نے یہ حکم کیا کہ ''یہ جس وقت آیا کریں کوئی مزاحم نہ ہووے''۔

یہ بات عرض کر کے (۱) دانش مند حضور بادشاہ سے رخصت ہوا اور گھر آکر فرخندہ سے سب احوال ظاہر کیا۔

---

(۱) 'لمن کے' ہونا چاہیے۔

دوسرے روز فرخندہ نے دانش مند سے کہا کہ ''آج پھر بادشاہ کی خدمت میں جا اور جنس ہر قسم کی ساتھ لے جا ۔ اور جو چیزیں اس میں سے بادشاہ پسند کریں قیمت اس کی نہ لیجیو ۔''

دانش مند نے فرخندہ سے بہ موجب فرمانے کے سب جنس ہمراہ لی اور جناب بادشاہ میں حاضر ہوا اور سب جنس نظر اشرف سے گذری ۔

بادشاہ نے کچھ جنس اس میں سے پسند کر کے حکم کیا کہ ''قیمت اس کی خزانہ عامرہ سے لے لو'' ۔

دانش مند نے عرض کی کہ ''قیمت اس کی غلام نہ لے گا ۔ آپ کے تصدّق سے اس غلام کو سب کچھ میسّر ہے اور کسی چیز کی کمی نہیں'' ۔

بادشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور دل میں ٹھہرایا کہ یہ شخص اپنے فائدے کے واسطے میرے پاس آیا ہے ۔ پس مجھ کو لازم ہے کہ ایک دن اس سے ایسا سلوک کروں کہ خوش ہو جاوے'' ۔

دانش مند سب جنس بادشاہ کو دکھلا کے رخصت ہوا ۔ اپنے گھر آیا اور فرخندہ سے سب احوال کہا ۔

تیسرے دن پھر فرخندہ نے کہا کہ ''اے دانش مند! آج جناب اقدس میں جا اور رخصت ہونے کے وقت ہاتھ باندھ کر عرض کیجیو کہ یہ فدوی امیدوار ہے اپنے گھر جا کر حضور والا کی ضیافت کے واسطے کچھ تیاری کرے ۔ اور آپ قدم مبارک سے اس فدوی کے غریب خانے کو روشن فرماویں ۔ اس وقت یہ فدوی، جو جو چیز کہ اپنے پاس رکھتا ہے، سب کی سب نظر

همایوں سے گذرانے اور سوائے اس کے تیس لونڈیاں خوبصورت صاحب جمال بڑی محنت و مشقت سے اس غلام نے بہم پہنچائیں ہیں ، ان کو بھی ملاحظہ فرمائیے ۔ اگر پسند خاطر ہوں تو ان کو بھی خرید کیجیے ۔ اور یہ خاکسار ایک بیٹی رکھتا ہے ۔ وہ بھی سن بلوغ کو پہنچی ہے ۔ آرزو یہ ہے کہ یہ فدوی اس کو بھی حضور میں گذرانے" ۔

دانش مند فرخندہ سے یہ باتیں سن کر جناب بادشاہ میں حاضر ہوا ۔ اور جس طرح کہ فرخندہ نے سکھا دیا تھا اسی طرح بادشاہ سے عرض کیا ۔

بادشاہ سنتے ہی اس بات کے نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ "اے دانش مند! ہرچند بادشاہوں کو کسی کے گھر جانا مناسب نہیں، پر تمہاری خاطر ہم کو از بس کہ عزیز ہے اس واسطے جانا ضرور ہوا ۔ اچھا جس روز تم کہو گے اس روز ہم تمہارے گھر چلیں گے" ۔

دانش مند نے عرض کیا کہ "اگر حضور عالی سے ایک خیمہ عنایت ہو تو بہتر ہے" ۔

بادشاہ نے داروغہ کو حکم کیا کہ "ایک خیمہ بہت بڑا دانش مند کے ساتھ کردے اور جس جا کہ کہے ارشاد کردے" ۔

اس وقت دانش مند نے عرض کی کہ " اگر مزاج مبارک چاہے تو کل غریب خانے میں اس فدوی کے تشریف لائیے" ۔

بادشاہ نے دانش مند کی یہ عرض قبول فرمائی ۔

دانش مند حضور بادشاہ سے رخصت ہوکے گھر میں آیا اور سب حال فرخندہ سے ظاہر کیا ۔

فرخندہ نے کہا کہ ” اے دانش‌مند ! تیس جوڑے تیس رنگ کے ، گوٹا اور کناری بنت اور گوکھرو لگوا کے راتوں رات درست کروا اور زیور ہر ایک رنگ کے جواہر کا موافق ہر جوڑے کے ہر ایک لونڈی کے واسطے جدا جدا تیار کروا“ ۔

دانش مند نے تمام رات میں فرخندہ کے بہ موجب کہنے کے تیس جوڑے رنگ برنگ کے اور زیور قسم قسم کے جدا تیسوں لونڈیوں کے واسطے تیار کئے ۔

دوسرے روز رنگا رنگ فرش سے خیمۂ بادشاہی کو آراستہ کیا اور چنگیرو پاندان و عطر دان کو مسند کے پاس چن دیا ۔ باورچیوں کو حکم کیا کہ قسم قسم کے کھانے لذیذ تیار کریں“ ۔

دوسرے دن دوپہر کے وقت بادشاہ تخت رواں پر سوار ہو کے دانش‌مند کے گھر تشریف لائے ۔ دانش مند نے استقبال کرکے ایک خوانچہ جواہر کا دروازے پر نذر گذرانا ۔

بادشاہ دانش مند کو ہمراہ لے کے مسند پر جا کے بیٹھا ۔

دانش‌مند نے فرخندہ سے پوچھا کہ ”بادشاہ تشریف لائے ہیں ۔ اب جو حکم ہو سو کروں “ ۔

فرخندہ نے دانش‌مند کو جو کچھ سمجھانا (تھا) سمجھایا اور رخصت کیا ۔

دانش مند بادشاہ کے حضور میں جا کر حاضر ہوا ۔

بعد اس کے فرخندہ نے ایک لونڈی کو پوشاک سرخ پہنا اور زیور سے اس کے بدن کو زیب و زینت بخشی ۔ ایک پاندان اس کے ہاتھ میں دیا ۔ اور بیڑے پگھروٹے کے اس میں رکھ کے اس لونڈی کو محل سرا سے باہر بھیجا ۔ اور اس سے کہہ دیا کہ ” بادشاہ کے سامنے با ادب سلام کر کے کھڑی ہو “ ۔

وہ لونڈی فرخندہ کے بہ موجب کہنے کے باہر گئی ۔

جوھین نظر بادشاہ کی اس لونڈی پر پڑی وھیں دل میں خیال کیا کہ شاید فرخندہ اس گنبد سے نکل کے آئی ھے ۔ حیران ھو کے مسند پر سنبھل بیٹھا اور دانش‌مند سے کہنے لگا کہ ''اے دانش‌مند ! یہی تمہاری صاحب زادی ھے؟ '' ۔

دانش مند نے عرض کیا کہ ''اے جہاں پناہ ! یہ لونڈی ھے ، آپ کا خیال کس طرف گیا ۔ یہ لونڈی میری بیٹی کے مقابل کب ھو سکتی ھے ؟ ۔ وہ محل میں بیٹھی ھے ۔ ''

بادشاہ نے دل میں خیال کیا کہ جس کی باندی ایسی ھے اس کی بی بی کیسی ھو گی ۔

بعد آدھی گھڑی کے فرخندہ نے دوسری باندی کو پوشاک دھانی پہنائی اور زیور زمرد کا مرصع اس کے بدن پر قرینے سے درست کیا ۔ ایک چنگیر پھولوں سے بھر کے اس کے ھاتھ میں دی اور باھر بھیجا ۔

بادشاہ اس کے دیکھنے سے نہایت فکرمند ھوا اور گھبرا کے دانش‌مند سے پوچھنے لگا کہ ''یہ تمہاری بیٹی ھے ؟ '' ۔

دانش‌مند نے عرض کی کہ ''اے خداوند ! آپ کیا فرماتے ھیں ۔ یہ باندی میری بیٹی کے مقابل ھو سکتی ھے ؟'' ۔

بادشاہ چپ رھا ۔

بعد ایک گھڑی کے فرخندہ نے اور ایک لونڈی کو لباس زعفرانی پہنایا اور ایک گلاب پاش ھاتھ میں دے کے باھر بھیجا ۔

جوھین بادشاہ نے اس کو دیکھا حیران ھو کے پھر دانش‌مند

سے پوچھا -

دانش‌مند نے اسی طرح سے جواب دیا -

اور فرخندہ بعد ایک ایک گھڑی کے اندر بیٹھی بیٹھی ایک ایک لونڈی کو بناؤ سنگار کر کے ایک ایک چیز ہاتھ میں دے دے کے، بھیجا کی - اور بادشاہ ایک ایک کو دیکھ کر حیران ہوتا رہا اور دانش‌مند سے پوچھتا رہا - دانش‌مند وہی ایک جواب دیا کیا -

جب کہ سب لونڈیاں آگے بادشاہ کے آچکیں، بادشاہ ہر ایک کے منہ کو بطور نادیدوں کے دیکھتا رہا - اور حیران ہو کر یہ شعر پڑھتا تھا - بیت

واقف تھے ہم کہ عشق کے شیوے میں جس نہیں
پر کیا کریں کہ دیدہ و دل اپنے بس نہیں

اور دل میں اپنے کہتا تھا کہ ''میں ایک ہی فرخندہ کی یاد میں اپنے دل کو کوڑھاتا (۱) تھا - یہ.ں حق تعالے نے مجھ کو تیس فرخندہ عنایت کیں '' -

دانش‌مند نے بادشاہ کا جو یہ احوال دیکھا، بہانے سے ٹل گیا - اور گھر میں آن کے فرخندہ سے سب احوال ظاہر کیا -

اس وقت فرخندہ نے سفید جوڑا پہنا اور رنگ برنگ جواہر و زیور سے بن ٹھن بہ نزاکت تمام پردے کو اٹھا کے باہر نکلی -

جوہیں نظر بادشاہ کی فرخندہ پر پڑی بھیچک رہ گیا اور اٹھ کھڑا ہوا - اور ہاتھ اس کا پکڑ کے کہنے لگا کہ ''اے فرخندہ

---

(۱) کڑھاتا

سچ بتا کہ تو کیونکہ اس گنبد سے نکل کے اس جگہ آئی؟''۔

فرخندہ نے جواب دیا کہ ''اے جہاں پناہ ! آپ کیا کہتے ہیں ۔ نام میرا فرخندہ نہیں ۔ اور گنبد سے مجھ کو کیا کام ہے ۔ اور میں نہیں جانتی کہ گنبد کیا ہے اور فرخندہ کون ہے ؟ ''۔

بادشاہ سنتے ہی اس بات کے بہت شرمندہ ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ''شاید یہ فرخندہ نہیں ہے ۔ حق تعالے سو آدمی ایک صورت کے پیدا کر سکتا ہے ۔ اور فرخندہ کو کہاں طاقت کہ اس گنبد سے باھر نکلے '' ۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھہرا کر اس کا ھاتھ پکڑ لیا اور مسند پر جا بیٹھا ۔ اور فرخندہ سے کہنے لگا کہ '' نام تمہارا کیا ہے ؟ '' ۔

فرخندہ نے جواب دیا کہ '' نام اس لونڈی کا زھرہ ہے اور میں دانشمند سوداگر کی بیٹی ہوں '' ۔

اس وقت بادشاہ کا دل نہایت بھربھرا ھوا اور دل میں کہنے لگا کہ '' اس کو کس طرح پلنگ پر لے چلیئے ۔ مزہ لوٹیے''۔

فرخندہ نے مرضی بادشاہ کی معلوم کی اور کہنے لگی کہ ''اے جہاں پناہ ! اتنی جلدی کیا ہے ۔ میں تیسوں لونڈیوں سمیت آپ کے پاس حاضر ہوں ۔ رات کو جو مزاج میں آوے سو کیجئے گا '' ۔

بادشاہ نے کہا کہ '' اے زھرہ! مجھ کو طاقت انتظار رات کی نہین ۔ جو کچھ ھونا ہے سو اسی وقت ھو جاوے ''۔

فرخندہ نے کہا کہ '' اے جہاں پناہ! اس لونڈی کی ایک

شرط ہے۔ اگر آپ اس کو بجا لائیں بعد اس کے اس لونڈی کو جو چاہیں سو کریں ،،۔

بادشاہ سخت حیران ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ,, یا اللہ میری قسمت میں جو ہے سو ایسی ہی ہے۔ فرخندہ اپنی شرط کی بدولت گنبد میں قید ہوئی۔ دیکھیئے اب یہ کیا کرتی ہے ،،۔

تب بادشاہ نے پوچھا کہ ,, اے زہرہ! وہ شرط کیا ہے ؟ ،،۔

فرخندہ نے کہا کہ ,, اے جہان پناہ! شرط یہ ہے کہ دو گھوڑے اصطبل سے منگوایئے۔ ایک گھوڑے پر تم چڑھو اور ایک گھوڑے پر ہم چڑھیں۔ اور دونوں گھوڑوں کو دوڑاویں۔ جو آگے نکل جاوے وہ شرط جیتے۔ اگر میں جیتوں تو پانچ لاکھ روپے آپ سے لوں اور اگر آپ جیتیں تو میں آپ کی لونڈی بنوں ،،۔

بادشاہ خوش ہوا۔ کہنے لگا ,, جب تمہارے دل میں آوے کیجئے۔ بیت

آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

فرخندہ نے کہا کہ ,, یہ لونڈی اسی وقت حاضر ہے ،،۔

بادشاہ نے اسی وقت داروغہ اصطبل کو بلوایا اور چپکے سے کان میں اس کے کہا کہ ,, دو گھوڑے تیار کر کے اسی وقت حاضر کرو ،،۔ لیکن ایک گھوڑا خوب موٹا تازہ اور خوبصوت خوش رنگ ساز سونے کا اس پر لگائیو۔ لیکن تمام اصطبل میں سے ایسا گھوڑا چن لیجیو کہ تھوڑا دوڑے تو بھی تھک جاوے اور اس میں طاقت چلنے کی نہ رہے۔ اور دوسرا گھوڑا ایسا لایئو

کہ دیکھنے میں سوکھا ہو اور طاقت دوڑنے کی خوب رکھتا ہو۔ اور زین پرانا سا اس پر باندھیو ''۔

بادشاہ نے داروغہ اصطبل کو یہ حکم کیا اور دل میں کہا کہ 'جس وقت یہ دونوں گھوڑے حاضر ہوویں، میں پہلے اس دبلے گھوڑے پر سوار ہو بیٹھوں اور اس کو موٹے گھوڑے پر سوار کروں۔ جس وقت ہم گھوڑوں کو دوڑائیں گے میں آگے نکل جاوں گا اور وہ پیچھے رہ جاوے گی۔ اس وقت اس کو جیت لوں گا۔

بادشاہ یہ بات دل میں کہتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

رفتہ رفتہ بت خوش قد میرا آفت ہوگا
قدم آگے جو رکھے گا تو قیامت ہوگا

کہ اتنے میں دونوں گھوڑے حاضر ہوئے۔

بادشاہ نے کہا کہ '' اے زہرہ! میں اس دبلے گھوڑے پر چڑھوں اور اچھے گھوڑے پر تو سوار ہو ''۔

فرخندہ نے جواب دیا کہ '' اے جہان پناہ! لونڈی سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی کہ بیش قیمت گھوڑے پر میں سوار ہوں اور حضرت دبلے پتلے اور کم قیمت اسپ پر سوار ہوویں ''۔

یہ کہہ کر نہایت جلد اس دبلے گھوڑے پر سوار ہو بیٹھی ''۔

بادشاہ نے جو یہ بات دیکھی سخت حیران ہوا اور دل میں اپنے کہنے لگا کہ '' یہ رنڈی بہت حراف معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کس واسطے یہ کام کیا۔ اور پانچ لاکھ روپے مفت ہارا ''۔

بادشاہ لاچار ہو کے اس موٹے گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں نے کوڑا کیا۔

فرخندہ نے جوھیں گھوڑے کو تازیانہ لگایا، ایک دم میں دور نکل گئی اور گھوڑا بادشاہ کا موٹاپے کے بہ سبب پیچھے رہ گیا۔

جب کہ فرخندہ میں اور بادشاہ مین فاصلہ ایک کوس کا ہو گیا فرخندہ نے رستہ میدان کا چھوڑ دیا اور جنگل میں جا گھسی۔

بادشاہ اپنے گھوڑے کو کوڑے مارتا، پھٹپھٹاتا چلا جاتا تھا۔

فرخندہ اس جنگل میں گھسی اور بادشاہ کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

اس وقت فرخندہ، اس جنگل میں دیکھتی کیا ھے، کہ ایک رنڈی خوبصورت، نوجوان، کپڑے موٹے پرانے پہنے ہوئے ایک کنویں کے کنارے بیٹھی ہوئی روتی ھے۔ اور گھڑا خالی اور ایک رسی اس کے آگے دھری ھے۔

فرخندہ نے اس کے نزدیک جا کے پوچھا کہ " اے رنڈی! تو کون ھے؟ ۔ اور اس جگہ بیٹھی کس واسطے روتی ھے؟ "۔

وہ رنڈی بولی کہ " تم کو اس بات کے پوچھنے سے کیا فائدہ؟ "۔

فرخندہ نے جواب دیا کہ " ہر چند اس بات کے پوچھنے سے کچھ فائدہ نہیں لیکن ایک آدمی اپنا دکھ ایک دوسرے سے کہتا ھے "۔

وہ رنڈی بولی کہ میرا دکھ ایسا نہیں کہ تفصیل اس کی بیان کروں "۔ شعر

درد کس سے کہوں کوئی میرا غم خواہ نہیں
ایک مگر دل تھا سو اب اس سے بھی کچھ راہ نہیں

چشم پر اب ہے اور تس پہ جگر جلتا ہے
کیا قیامت ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

اے سوار! تجھ کو لازم ہے کہ احوال میرا مت پوچھ! میرا گاؤں یہاں سے دور ہے۔ اپنی ساس کے حکم سے یہاں پانی بھرنے آئی ہوں۔ اگرچہ طاقت نہیں مگر جو دکھ خدا نے مجھ پر ڈالا ہے اس کو بھرتی ہوں اور ہر آن اس کا ادائے شکر کرتی ہوں ،،۔

فرخندہ نے کہا کہ ،، اے رنڈی! میں جانتی ہوں کہ تجھ پر کچھ دکھ پڑا ہے لیکن میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں۔ مہربانی کر کے اس کو قبول کر۔ کس واسطے کہ اس بات میں میرا اور تیرا دونوں کا بھلا ہے ،،۔

وہ رنڈی بولی کہ ،، وہ بات کیا ہے؟ ،،۔

فرخندہ بولی کہ ،، یہ کپڑے جو تو پہنے ہے یہ مجھ کو اتار دے اور یہ کپڑے اور زیور جو میں پہنے ہوں اس کو تو لے۔ اور گھوڑے کی بھی باگ پکڑ لے اور اپنے گھر کو چلی جا اور جو جی چاہے سو کر ،،۔

وہ رنڈی بولی کہ ،، اے نیک بخت! ان کپڑوں کے بدلے جو تو مجھ کو اتنا مال دیتی ہے تجھ کو کیا حاصل ہے۔ میں جو تیرے اتنے مال اور زیور کو لوں اور گھر کو چلی جاؤں کیا میری شامت آئی ہے۔ اگر کام تیرا ان کپڑوں کے لینے سے بنتا ہے تو یہ حاضر ہیں۔ مجھ کو تیرے کپڑے در کار نہیں ،،۔

فرخندہ ہنسی اور کہنے لگی کہ ،، اے بےوقوف! تو ہرگز خوف نہ کر۔ اس کی پرسش تجھ سے کوئی نہ کرے گا۔ یہ سب مال میرا ہے اور میں خوشی سے تجھ کو دیتی ہوں ،،۔

فرخندہ کے کہنے سے اس رنڈی کی خاطر جمع ہوئی اور کپڑے اپنے اتار کے فرخندہ کو دیئے۔ اور فرخندہ نے نہایت جلد کپڑے اور زیور اتار کے اس رنڈی کے حوالے کیے اور اس کے کپڑے آپ پہن لئے۔ اور گھوڑا بھی اس رنڈی کے حوالے کیا۔

وہ رنڈی کپڑے اور زیور بغل میں داب، گھوڑے کی باگ پکڑ، جنگل میں غائب ہو گئی۔ اور فرخندہ ان کپڑوں کو پہن، گھوڑے کو سامنے اپنے رکھ، کنویں کے کنارے بیٹھ کے رونے لگی اور چہرے پر تھوڑی سی گرد مل لی اور گھونگھٹ کھینچ لیا۔

اتنے میں بادشاہ بھی فرخندہ کے گھوڑے کے سموں کا نشان دیکھتا ہوا اس کنویں کے نزدیک آپہنچا۔

دیکھتا کیا ہے کہ زہرہ نظر سے غائب ہے۔

لاچار ہو کے اس رنڈی سے پوچھنے لگا کہ ''اے رنڈی! کوئی سوار بھی اس طرف آیا ہے؟''۔

وہ بولی کہ ''ہم اپنے ہی دکھ میں گرفتار ہیں؛ ہم کو سوار سے کیا کام ہے''۔

بادشاہ نہایت حیران ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ''زہرہ بھی مجھ کو بتا دے گی اور معلوم نہیں کہ آپ کس طرف غائب ہو گئی۔ اگر میں جانتا کہ وہ ہاتھ سے جاتی رہے گی تو میں اس سے شرط نہ بدتا''۔

بادشاہ نے ہر چند نشان گھوڑے کے پاؤں کا ڈھونڈھا لیکن گھاس کے باعث نقش گھوڑے کے پاؤں کا نظر نہ آیا۔ لاچار ہو کے زہرہ کی امید دل سے اٹھا دی اور یہ رباعی پڑھی۔ رباعی

دنیائے دنی کو جو کہ فانی سمجھے
وہ قصہ عمر کو کہانی سمجھے

دریائے حقیقت کو وہی جاوے پیر
جو مثل حباب زندگانی سمجھے

اور وہ رنڈی کہ کنویں پر بیٹھی تھی اس سے پوچھا کہ "اے رنڈی! تو اس جگہ کس واسطے بیٹھی روتی ہے؟

فرخندہ بولی کہ "تم جدھر سے آئے ادھر چلے جاؤ۔ تم کو ہمارے احوال پوچھنے سے کیا مطلب ہے؟"

بادشاہ کا دل نہایت بھربھرا ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ 'کسی طرح معلوم کیا چاہیئے کہ یہ رنڈی جوان ہے کہ بڑھیا'۔

اس بات کو اپنے دل میں خیال کر کے گھوڑے سے اترا اور کوئیں کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اور اس کا گھونگھٹ اٹھا کے پوچھنے لگا کہ "اے رنڈی! تو کس واسطے روتی ہے؟"

جوہیں بادشاہ نے کپڑا اس کے منہ کا اٹھایا، منہ اس کا چاند سا نظر آیا۔

بادشاہ اس کے دیکھتے ہی بھچک رہ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ "حق تعالیٰ نے گودڑوں میں بھی لعل پیدا کئے ہیں اور غریبوں کو بھی یہ حسن بخشا ہے۔ پس کچھ ایسی تدبیر کیجئے کہ اس رنڈی سے ہم بستر ہو جیئے۔ اغلب ہے کہ تھوڑے زر کے لالچ سے یہ رنڈی ہاتھ آوے"۔

پھر بجد ہو کے اس رنڈی سے پوچھنے لگا کہ "تجھ پر کیا دکھ پڑا ہے؟ ۔ مجھ سے بیان کر!"۔

فرخندہ بولی کہ ''اے شخص! ایک برس کا عرصہ ہوا کہ میری شادی ہوئی ہے۔ سو میں اسی دن سے اپنے باپ کے گھر میں تھی۔ آج خاوند میرا اس جگہ سے اپنے گھر میں لے آیا ہے۔ اور میرے خاوند کے گھر کی یہ رسم ہے کہ جس وقت دلہن نئی گھر میں آوے اسی روز وہ دلہن بستی کے باہر کسی کنویں پر جا کے، چالیس گھڑے پانی کے بھر کے، نذر پیروں کی، اس کنویں کے گرد چھڑکاؤ کرے۔ بعد اس کے گھر میں آوے۔ سو میں آج اس رسم کے ادا کرنے کو اس کنویں پر آئی ہوں۔ اور حیران ہوں کہ یہ گھڑا بھاری کنویں سے کس طرح اٹھاؤں اور چھڑکاؤ کروں۔ اس واسطے میں اپنی مصیبت پر روتی ہوں''۔

بادشاہ نے کہا کہ ''اس جگہ کوئی غیر نہیں دیکھتا۔ اگر تو مجھ کو قبول کرے تو میں چالیس گھڑے پانی کے کنویں سے بھر چھڑکاؤ کر دوں''۔

فرخندہ بولی کہ ''کیا مضائقہ ہے!''

بادشاہ اس بات کے سنتے ہی نہایت خوش ہوا۔ وہیں دامن کمر سے باندھ کے گھڑے کو کوئیں سے بھرا اور فرخندہ سے کہنے لگا کہ ''میں گھڑے بھر بھر چھڑکاؤ کرتا جاؤں اور تو شمار کرتی جا!''۔

فرخندہ اس بات پر راضی ہوئی۔

بادشاہ جلدی جلدی کنویں سے بھر بھر چھڑکاؤ کرنے لگا اور فرخندہ گننے میں مشغول ہوئی۔

بادشاہ نے ایک کم چالیس گھڑے بھرے اور گرد کنویں کے چھڑکاؤ کر کے چالیسواں گھڑا جوں پھانسا کہ فرخندہ بادشاہ کی

نظر بچا کے غائب ہو گئی۔

بادشاہ نے جوہیں چالیسواں گھڑا بھرا اور فرخندہ کی طرف نگاہ کی، دیکھتا کیا ہے کہ وہ رنڈی نظروں سے غائب ہے۔ حیران اور پریشان ہو کے ہر چہار طرف ڈھونڈنے لگا اور دل میں اپنے کہنے لگا کہ ' ایسا کم بخت ہوں کہ فرخندہ اس طرح ہاتھ سے جاوے اور زہرہ اس جنگل میں سرگردان کر کے ہاتھ نہ آوے۔ اور لاچار ہو کے اس رنڈی غریب کو قبول کیا۔ اس نے بھی چالیس گھڑے بھروا کے حیران کیا،،۔

یہ بات اپنے دل میں کہی اور اداس ہو کے یہ شعر پڑھے اور گھوڑے پر سوار ہو، گھر کی راہ لی۔ شعر:

دیکھنا یار کا یارو مجھے مقدور نہیں
وہ اگر فضل سے دکھلاوے تو کچھ دور نہیں

جو مرا پیارا ملے آن کے اک رات کی رات
ریوڑیاں پیروں کی بٹواؤں جمعرات کی رات

اور فرخندہ بھی بادشاہ کو بتا دے کے گھر میں اپنے چلی آئی۔

پانچویں کہانی

بادشاہ سے فرخندہ کے ملنے اور اس کے حمل رہنے اور اس گنبد سے نکلنے اور بادشاہ کے ساتھ عیش و عشرت کرنے اور دانش مند کو سرافراز کرنے کی

دوسرے دن فرخندہ نے کہا کہ ” اے دانش‌مند ! میرے واسطے ایک پوشاک مردانی تیار کر ، اور ایک گھوڑا تازی بہت اچھا میرے واسطے منگوا! “ ۔

دانش مند نے فرخندہ کے بموجب کہنے کے کپڑے مردانے تیار کئے اور گھوڑا پانچ ہزار روپے کو مول لیا ۔

تیسرے دن فرخندہ نے وہ لباس مردانہ پہنا اور ہتھیار اپنے بدن پر راست کئے ۔ اور ایک نیزہ ہاتھ میں لے، گھوڑے پر سوار ہو، باہر نکلی؛ اور کسی کو ساتھ نہ لیا ۔

اتفاقاً اس وقت بادشاہ اس شہر کے قلعے کے جھروکے سے دریا

کی سیر کر رہا تھا۔ فرخندہ بادشاہ کے سامنے جا، گھوڑے کو کاوا دے، نیزہ ہلانے لگی۔

جوہیں بادشاہ کی نظر اس پر گئی ہزار دل سے عاشق ہو گیا۔ اور ایک یساول کو بلا کے کیا حکم کہ ”یہ سوار جو گھوڑا پھینک رہا ہے اس کو بلا لے!“

ووہیں یساول فرخندہ کے پاس گیا، جھک کے سلام کیا اور کہا کہ ”ہمارا بادشاہ آپ کو یاد کرتا ہے“۔

فرخندہ بہ‌موجب حکم حضور کے، جناب اقدس میں حاضر ہوئی، اور موافق قاعدے کے آداب بجا لائی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ ”بیٹھو اور اپنے احوال سے ہم کو واقف کرو کہ تم کون ہو، اور کہاں سے آئے ہو اور نام تمہارا کیا ہے اور ارادہ کیا رکھتے ہو؟“۔

فرخندہ نے عرض کی کہ ”جہاں پناہ! ہم مسافر ہیں اور وطن ہمارا یہاں سے بہت دور ہے اور نام اس فدوی کا فرخندہ بخت کہتے ہیں۔ ہم واسطے روزگار کے نکلے ہیں۔ جہاں خدا لے جائے گا وہاں چلے جائیں گے“۔

بادشاہ کے دل میں یہ بات گذری کہ شاید فرخندہ اس گبند سے نکل کے آئی ہے۔

پھر دل میں خیال کیا کہ فرختدہ گنبد سے کیونکر نکل سکے گی۔ اور کس کا مقدور ہے کہ میرے قیدی کو نکالے۔ یقین کیا چاہیئے کہ حق تعالے کی قدرت بڑی ہے۔ اور ہم شکل ایک کے سیکڑوں ہوتے ہیں۔ اور وہ رنڈی تھی؛ یہ مرد ہے۔ اگر یہ مرد

نہ ہوتا ، رنڈی ہوتی تو میں اس کو بھی محل میں ڈال لیتا ۔ اور فرخندہ و زہرہ کا غم و الم سب بھول جاتا ۔ اب بہتر یہی ہے کہ کسی طرح اس کو نوکر رکھیئے، اور جب تک ایک برس تمام ہو جاوے اسی کی صورت دیکھ دیکھ دل بہلایئے ۔

اس بات کو اپنے دل میں ٹھان کے فرخندہ سے کہا کہ ''اے فرخندہ بخت ! اگر تمہارا ارادہ روزگار کا ہے تو اس سے کیا بہتر کہ ہمارے پاس ہی رہو'' ۔

فرخندہ نے کہا کہ ''بہت بہتر! بندہ حاضر ہے'' ۔

اس بات سے بادشاہ کا دل نہایت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ ''کیا میں خوش طالع ہوں کہ حق تعالے نے مجھ کو یہ نعمت عنایت کی'' ۔

اور فرخندہ نے بھی ایسی باتیں دلفریب بادشاہ سے کیں کہ دل اس کا اس کے دام تزویر میں گرفتار ہوگیا ۔

غرض تمام روز جیون کٹا اور شام ہوئی اس وقت بادشاہ نے کہا کہ ''اے فرخندہ بخت ! آج جی چاھتا ہے کہ ہم اور تم ایک ساتھ خاصا تناول کریں'' ۔

فرخندہ نے کہا کہ ''اس فدوی کا کیا مقدور کہ ایسی بے ادبی کرے'' ۔

بادشاہ نے کہا کہ ''اس کا کچھ مضائقہ نہیں ۔ ہم تم کو بہ جان و دل پیار کرتے ہیں ۔ اور مثل مشہور ہے کہ جب عاشقی اور معشوق درمیان آئی، مالکی اور مملوکی اٹھ گئی'' ۔

فرخندہ بولی کہ ''یہ فدوی کس لائق ہے سب پرورش آپ کی ہے'' ۔

بادشاہ نے خاصا طلب کیا، اور فرخندہ کا ہاتھ پکڑ کر دسترخوان پر جا بیٹھا ۔ خاصا تناول فرمایا ۔ جب کہ ایک پہر رات گذری فرخندہ نے بادشاہ سے کہا کہ ''اب یہ فدوی رخصت ہوتا ہے ۔ کل پھر حاضر ہوگا'' ۔

اس بات کے سننے سے بادشاہ کا دل نہایت بیقرار ہوا اور کہا کہ ''جی چاہے تو یہیں رہ جاؤ'' ۔

فرخندہ نے عرض کی کہ ''اگر اس فدوی کو نوکر رکھیں گے تمام روز حاضر رہوں گا اور ہر روز اسی وقت گھر جایا کروں گا''

بادشاہ نے کہا کہ ''اے فرخندہ بخت ! ہرچند کہ آپ کے جانے سے دل پر قلق ہوتا ہے لیکن خفگی تمہاری منظور نہیں'' ۔ فرد

دیکھو لیتے ہیں ترے آج کے بھی وعدے کو
زندگی اپنی وفا کرتی ہے گر شام تلک

فرخندہ یہ بات سن کے اٹھ کھڑی ہوئی اور آداب بجا لائی۔ بادشاہ سے رخصت ہوئی اور اپنے گھر گئی ۔ بادشاہ اس کے جانے سے نہایت اداس ہوا ۔ اور تمام شب بے کلی سے کاٹی ۔ اور یہ شعر پڑھا ۔ بیت

مسافر سے جنہوں نے دل لگایا
انہوں نے سبھ جنم روتے گنوایا

شتاب آ کہ دل کو بے کلی ہے
تری ہر بات مصری کی ڈلی ہے

میرا دل تیری زلفوں میں جو الجھا
نکل کیونکر سکے سکری گلی ہے

جب کہ فجر ہوئی اور معشوق فلک کا کلاہ زرین سر پر رکھ کے عاشقوں کو نظارہ دکھانے واسطے اپنی عشرت گاہ سے باہر نکلا، فرخندہ نے لباس مردانہ پہن، بادشاہ کے حضور جانے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ نے بھی رو دھو کے وہ رات بسر کی اور صبح کو بیٹھا ہوا راہ اس کی تک رہا تھا۔ اتنے میں فرخندہ نے سامنے جاکے مجرا کیا۔

جوہیں نظر بادشاہ کی اس پر پڑی بےاختیار ہوکے اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا۔ بیت

جب سے میں تیرا صنم طالب دیدار ہوا
جگ میں رسوا ہوا، بدنام ہوا، خوار ہوا

بن دیکھے ترے، یار! میں مرتا ہوں ہمیشہ
دکھ درد ترے ہجر کا بھرتا ہوں ہمیشہ

بادشاہ نے یہ بات کہی اور ہاتھ فرخندہ کا پکڑ کے اپنے پاس بیٹھا لیا۔

فرخندہ نے یہ بات اپنے دل میں کہی کہ دل بادشاہ کا مجھ پر بے اختیار آگیا۔ اور زیادہ زیادہ لگاوٹ کرنے لگی۔

جب تمام روز ہنسی خوشی بسر کیا تب بادشاہ نے کہا کہ ''اے فرخندہ بخت! تم چوسر کھیلنی جانتے ہو؟''

فرخندہ بولی ''جہاں پناہ! کچھ تھوڑا بہت یہ فدوی جانتا ہے''۔

بادشاہ نے چوسر منگا کے بچھائی اور پاسہ پھینکا۔

اس وقت فرخندہ بولی کہ ''اے جہاں پناہ ! ۔ بازی چوسر کھیلنا صرف ہاگھائی ہے'' ۔ ؟

بادشاہ نے کہا کہ ''جو تمہارے دل میں آوے بازی مقرر کرو !''

فرخندہ بولی کہ ''لاکھ روپے سے کم بازی کھیلنا بے فائدہ ہے'' ۔

بادشاہ نے کہا کہ '' قبول کیا لیکن آپ کو بھی دینا پڑے گا'' ۔

فرخندہ نے کہا کہ ''اگر میں ہاروں گا جب تک روپے نہ دوں گا آپ کے گھر سے باہر نہ ہوں گا اور اگر جیتوں گا تو میں بھی اسی وقت لوں گا'' ۔

بادشاہ نے کہا '' قبول ہے'' ۔

یہ بات کہہ کر دونوں چوسر کھیلنے لگے ۔

پہلے تو تین بازیاں داؤ کیں ۔ فرخندہ جان بوجھ کے ہار گئی ۔ بادشاہ کے من کے چیتے ہوئے ۔ اور دل میں کہنے لگا کہ ''خدائے تعالے نے گھر بیٹھے مراد دی ۔ جب تک یہ روپے اس سے نہ لوں گا اس کو گھر سے جانے نہ دوں گا'' ۔

بادشاہ یہ باتیں دل میں کہہ رہا تھا کہ فرخندہ نے وہ تینوں بازیاں برابر کیں ، اور چھ بازیاں بر سہ کی بادشاہ سے جیتیں ، اور اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا کہ ''جہاں پناہ ! اس وقت رات بہت گئی ۔ اب یہ فدوی رخصت ہوتا ہے ۔ اٹھارہ لاکھ روپے منگوا کے اس فدوی کو دیجئے اور رخصت کیجئے'' ۔

بادشاہ نے کہا ''رات کے وقت لینا اچھا نہیں ۔ آخر کل تم پھر آؤ گے ۔ اسی وقت لے لینا'' ۔

فرخندہ نے کہا کہ ''کریم جو وعدہ کرتے ہیں، وفا کرتے ہیں ۔ اگر میں ہارتا تو آپ مجھ کو گھر نہ جانے دیتے'' ۔

بادشاہ نے کہا کہ ''اٹھارہ لاکھ روپے شاید اس وقت خزانے میں موجود نہ ہوں ۔ کل بہ مجرد آنے کے لیجئیو ۔ پیچھے کچھ بات کیجئیو !'' ۔

فرخندہ چپ رہی ۔

بادشاہ نے سمجھا کہ وہ اداس ہوا ۔ تب کہنے لگا کہ ''اے فرخندہ بخت! اٹھارہ لاکھ روپے اس وقت موجود نہیں ۔ جس میں تمہاری خاطر جمع ہو سو بجا لاؤں'' ۔

فرخندہ نے کہا کہ ''اگر یہ مہر دستی آپ کی رات بھر میرے پاس رہے تو میری خاطر جمع ہووے ۔

بادشاہ دل سے اس پر فدا ہو رہا تھا ۔ کچھ آگا پیچھا نہ کیا اور انگوٹھی اپنی ہاتھ سے اتار کے اس کے آگے پھینک دی ۔

فرخندہ نے اس انگوٹھی کو اٹھا لیا اور رخصت ہو کے گھر کی راہ لی ۔

بہ مجرد گھر میں پہنچنے کے دانش‌مند سے کہا کہ ''میں اس وقت شہر کو جاتی ہوں ۔ اور صبح نہ ہونے پاوے گی کہ پھر اس جگہ آن پہنچوں گی'' ۔

یہ بات دانش مند سے کہی اور گھوڑے کو ایڑ کیا ۔ اور ایک پہر کے عرصے میں چالیس کوس کی مسافت طے کر کے اس حویلی

میں آن پہنچی - اور نلوں کی راہ سے اس گنبد میں جاکے پانچ سو روپے اس توڑے سے نکال لیئیے اور پانچ سو روپے اس میں باقی رکھے - اور مہر بادشاہ کی پھر اس پر کردی - نلوں کی راہ سے پھر اس حویلی میں آئی - اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے صبح ہوتے ہوتے دانش مند کے پاس آن پہنچی اور صبح کو تبدیل پوشاک کر کے بادشاہ کے پاس حاضر ہوئی -

بادشاہ اس کے دیکھتے ہی خوش ہوگیا اور تمام دن ھنس کھیل کے بسر کیا - جب کہ شام ھوئی بادشاہ نے خاصا تناول کر کے پھر چوسر بچھائی اور کھیلنے لگا -

فرخندہ جان بوجھ کے ھارنے لگی - یہاں تک کہ بادشاہ نے وہ اٹھارہ لاکھ روپے برابر کئیے اور آٹھ لاکھ روپے فرخندہ پر چڑھائے اور کہنے لگا کہ ''اے فرخندہ بخت ! اب رات بیت گئی ھے - کل پھر کھیلیں گے'' -

فرخندہ نے کہا کہ ''اس وقت یہ فدوی رخصت ہوتا ھے - صبح پھر حاضر ہوگا'' -

بادشاہ نے کہا کہ جب تک آپ آٹھ لاکھ نہ دیں گے نہ جانے پاویں گے - دوسری بات یہ ھے - بیت

آج آئے ھو تو رہ جاؤ سجن رات کی رات
لیلۃ القدر سے بہتر ھے ملاقات کی رات

فرخندہ نے عرض کی کہ '' اگر مرضی آپ کی یہی ھے تو یہ بندہ لاچار ھے''-

اس وقت بادشاہ نے حکم کیا کہ '' ایک اور پلنگ ھمارے پلنگ کے برابر فرخندہ بخت کے واسطے بچھاؤ'' -

ملازمان شاہی بہ‌موجب حکم کے بجا لائے اور ایک نفیس جڑاؤ پایوں کا پلنگ بادشاہ کے پاس بچھا دیا۔

بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور فرخندہ بظاہر منہ بنا کے اٹھی اور کہنے لگی کہ ”ہم آپ کے بندھوے ہیں۔ جو فرمایئے گا سو بجا لاویں گے“۔

بادشاہ نے سمجھا کہ مزاج اس کا برہم ہوا۔

تب کہنے لگا کہ ”اے فرخندہ! تم اس بات کا ہرگز برا نہ مانو۔ ہم نے روپے کے واسطے تم کو یہاں نہیں رکھا بلکہ تمہارے رہنے کو ہم غنیمت جانتے ہیں۔ روپے کیا چیز ہیں۔

ہوئے ہیں عشق کے بیمار دیکھیئے کیا ہو
بہت برا ہے یہ آزار دیکھیئے کیا ہو

فرخندہ یہ بات سن کے پلنگ پر جا بیٹھی۔

بادشاہ نے کہا کہ ”اے فرخندہ! حق تعالے نے اپنے فضل و کرم سے تم کو ہمارے پاس پہنچایا۔ لیکن یہ کیا غضب ہے کہ خدا نے تم کو مرد بنایا“۔

فرخندہ نے خیال کیا کہ بادشاہ میرے عشق میں لوٹ پوٹ ہوا، اور تیر میری الفت کا اس کے جگر کے پار ہو گیا۔

تب چپکے سے بولی کہ ”اے جہاں پناہ! میں جانتا ہوں کہ آپ کا دل اس پر مائل ہوا ہے اور آپ اس غلام پر مہربانی فرماتے ہیں۔ اس واسطے مجھ کو بھی لازم ہے کہ بھید اپنا آپ سے نہ چھپاؤں اور اپنے احوال سے آپ کو واقف کروں“۔

اس بات کے سننے سے بادشاہ پلنگ پر اٹھ بیٹھا اور مشتاق ہو کے سننے لگا۔

فرخندہ بولی کہ ”اے جہاں پناہ! متصل اس شہر کے ایک بستی ہے۔ اور اس بستی میں ایک سوداگر مالور رہتا ہے۔ اور نام اس کا ملک فیروز کہتے ہیں۔ میں اس کی بیٹی ہوں اور نام میرا گل رخ ہے۔ اور ابھی شادی میری نہیں ہوئی۔ مجھ کو شوق شکار کھیلنے کا بڑا ہے۔

اور شکار مجھ کو نہایت مرغوب ہے۔ سو میں ہر روز چوری چوری کپڑے مردانے پہن، گھوڑے پر سوار ہو، جنگل کی طرف نکل جاتی ہوں۔ اور شام کو گھر میں آتی ہوں۔ اب نصیبوں نے ایسا اتفاق کیا کہ آپ تک لا پہنچایا۔ اب آگے اختیار آپ کا ہے“۔

بادشاہ سنتے ہی اس بات کے پلنگ پر اچھل پڑا اور فرخندہ کو گود میں اٹھا لیا۔

فرخندہ ہر چند ’نہیں، نہیں، کرتی رہی لیکن اس نے نہ مانا۔ مثل مشہور ہے کہ روئی اور آگ کب ایک جگہ رہ سکتی ہے، اور رنڈی مرد سے کب عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔

آخرش شہوت کی آگ بادشاہ کے مغز میں بھڑکی کہ تاب باتوں کی نہ رہی اور اس سے ہم بستر ہوا۔

فرخندہ از بس کہ نازک تھی۔ اس صدمہ سے غشی میں آگئی اور یہ شعر پڑھا:

کیوں میں گھر کھوج مٹی تیرا کہا مان گئی
چھوڑ دے ہاتھ مرے میں تیرے قربان گئی

بادشاہ نے بعد فراغت کے، گلاب پاش لے کے، گلاب اس کے منہ پر چھڑکا۔ ہوش میں آئی اور تمام رات رو دھو کے بسر کی۔

جب کہ صبح ہوئی فرخندہ حضور بادشاہ سے رخصت ہوئی۔ اور چلتے وقت رومال بادشاہ کا چھپا کے اٹھا لیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کے گھر میں آئی۔

قدرت الٰہی یہ ہے کہ جس روز سے بادشاہ نے فرخندہ کو گنبد میں بند کیا، اور جس تاریخ تک کہ اسے ملک فیروز کی بیٹی جان کے ہم بستر ہوا، تین مہینے بسر ہوئے تھے۔ ہم بستر ہوتے ہی اسی رات فرخندہ کو حمل رہ گیا،

فرخندہ نے دریافت کیا کہ مقصد اپنا میں حاصل کر چکی۔ اب اس جگہ رہنا بے فائدہ ہے۔ تب دانش مند سے کہنے لگی کہ "بہتر یہی ہے کہ اسباب کو لدواو اور گھر کو چلو"۔

دانش مند نے فرخندہ کے بہ‌موجب کہنے کے اسباب کو بار کروایا۔ اور فرخندہ کو تیسوں لونڈیوں سمیت سوار کر کے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ چار روز کے اندر اپنی حویلی میں آن پہنچا۔

بہ مجرّد پہنچنے کے فرخندہ نے دانش مند سے کہا کہ "میں پھر اس گنبد میں جاتی ہوں۔ اور تجھ کو لازم ہے کہ ان نلوں کو اتروا ڈالو۔ اور بادشاہ مجھ سے ایک برس کا وعدہ کر کے سفر کو گیا تھا۔ سو اس میں سے تین مہینے گذر چکے ہیں۔ اور نو مہینے باقی ہیں۔ بعد نو مہینے کے بادشاہ سفر سے پھر کے اس شہر میں

آویں گے - اور مجھ کو اس گنبد سے نکالیں گے - اس وقت میں بادشاہ کو قائل کروں گی اور تجھ کو بلواوں گی - اور جو خدمت تیری مجھ سے ہو سکے گی بجا لاؤں گی لیکن تجھ کو لازم ہے کہ میں جب تک اس گنبد سے نہ نکلوں اور تجھ کو نہ بلواؤں اس مکان کو نہ چھوڑیو اور انتظار میرا کھینچیو - اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دیجیو! " -

یہ بات دانش‌مند سے کہی اور نلوں کی راہ سے اس گنبد میں داخل ہوئی - اور بہ طور سابق رہنے لگی -

دانش‌مند نے انہیں ٹھٹھیروں کو بلوا کے نلوں کو توڑوا دیا اور تہہ اس گنبد کی خوب طرح درست کردی -

جس وقت کہ فرخندہ بادشاہ سے رخصت ہو کے گھر گئی بادشاہ نے وہ روز اس کے انتظار میں کاٹا - کھانا بھی نہ کھایا اور روتے روتے تمام رات کاٹی اور اس کی یاد میں نہایت بے قرار ہوا - اور کہنے لگا - نظم

نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی
عجب تیری تاثیر اے آہ دیکھی

میرے جگر کے درد کا چارہ کب آئے گا
ایک بار ہو گیا ہے دوبارہ کب آئے گا

پتلی میرے نین کی جھروکے میں بیٹھ کر
بیکل ہو جھانکتی ہے کہ پیارا کب آئے گا

اس مشتری جبین کا مجھے غم ہوا زحل
گلزار دلبری کا ہزارا کب آئے گا

لاچار ہوکے دو چار دن تڑپ تڑپ کے اس کے انتظار میں بسر کئے ۔ جب کہ دس دن تک آثار اس کے آنے کا نہ پایا دل کو سخت کوفت کیا اور اس کی بےوفائی پر لعنت بھیجی اور یہ شعر پڑھا ۔ بیت

تونے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

اور کہنے لگا کہ ''اگر میں جانتا کہ وہ بےپیر ایک ہی دن مزہ چکھا کے غائب ہوجائے گی کبھی اس کے گرد نہ پھٹکتا ۔ اور اس کی یاد میں دل میرا کاھے کو بھٹکتا'' ۔

یہ بات دل میں کہہ کے نوبت خانے کے داروغہ کو حکم کیا کہ نقارہ کوچ کا بجواؤ اور پیش خیمہ دارالسلطنت کی طرف نکالو'' ۔

فراشوں نے بہ موجب حکم کے پانچ کوس پر لے جا کر پیش خیمہ استاد کیا ۔ اور چار روز کے عرصے میں آن کے قلعے میں داخل ہوا ۔ انتظار برس کے تمام ہونے کا کرنے لگا ۔

فرخندہ اسی طرح گنبد تاریک میں رہتی تھی، اور کھانا پانی اس خواجہ سرا کے ہاتھ سے ہر روز لیتی تھی اور اپنے دلوں کو دغا دیتی تھی ۔ یہاں تک کہ ایک برس تمام ہوا ۔ ایک دن فرخندہ کو دردزہ شروع ہوا اور تمام شب اس تنہائی میں بلک بلک کے کاٹی ۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب ایک لڑکا خوبصورت ماہ جبیں تولّد ہوا ۔

جس وقت وہ خواجہ سرا کھانا دینے کے واسطے آیا گنبد کے اندر سے آواز لڑکے کے رونے کی سنی ۔ حیران ہوا اور کہنے لگا

که ''یا اللہ ! اس قید میں یہ لڑکا کس طرح پیدا ہوا ؟

گھبرا کے جلد بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ ''جہاں پناہ ! اس گنبد میں سے آواز لڑکے کے رونے کی آتی ہے ۔

بادشاہ اس بات کے سننے سے نہایت متعجب ہوا اور جلد بجرے پر سوار ہوکے نزدیک گنبد کے گیا اور دروازے کو کھولا دیکھتا کیا ہے کہ فرخندہ ایک لڑکا گود میں لئے بیٹھی ہے اور علامت زچہ خانے کی اس کے منہ سے ظاہر ہے ۔

بادشاہ نے خفا ہوکے فرخندہ سے پوچھا کہ ''اے بے حیا! یہ لڑکا کہاں سے پیدا کیا ؟ ''

جوہیں نظر بادشاہ کی اس توڑے پر پڑی اور نہایت خفا ہوا اور فرخندہ سے کہنے لگا کہ اے فرخندہ! سچ بتا کہ یہ لڑکا کس کا ہے اور پانچ سو روپے اس توڑے سے کہاں خرچ کئے ؟ '' ۔

فرخندہ نے ہنس کے جواب دیا کہ ''جہاں پناہ ! یہ لڑکا آپ کا ہے اور روپے اس میں سے مین نے نکالے ہیں ۔ بے دریافت کے آپ کا خفا ہونا بے فائدہ ہے ۔ خاطر جمع سے بیٹھیے تو میں سب احوال آپ سے کہوں '' ۔

اس بات کے سننے سے کچھ تھوڑا سا غصہ بادشاہ کا کم ہوا اور بیٹھ کے فرخندہ سے کہا کہ ''اگر زندگی اپنی چاہتی ہے تو سچ سچ سب احوال مجھ سے بیان کر ۔ والاّ تیرے حق میں خوب نہ ہوگا'' ۔

فرخندہ نے جیوں کا تیوں بادشاہ سے سب احوال کہا، اور گنبد سے نکلنا، اور لونڈیوں کا دکھانا، اور گھوڑوں پر چڑھنا اور پانی کا بھروانا اور چوسر کا کھیلنا اور مہر کا لینا اور ہم بستر ہونا یہ سب بادشاہ کو یاد دلایا - اور رومال بادشاہ کا کہ چلتے وقت اٹھالیا تھا اور کپڑے کہ جو اس وقت آپ پہنے ہوئے تھی سب لا کے سامنے بادشاہ کے رکھ دیئیے - اور بادشاہ سے کہا کہ ''وہ بات جو میں نے ان دونوں لاشوں کے حق میں کہی تھی کہ کیا پر کر نہ جانا، وہ بات یہی تھی کہ اگر وہ دونوں عقل‌مند ہوتیں تو آپ کو دریائے گناہ میں نہ ڈبوتیں، اور مفت میں جان اپنی نہ کھوتیں'' -

یہ بات سن کے بادشاہ نہایت خوش ہوا، اور سب باتیں اس کی یقین کیں، اور ہاتھ فرخندہ کا پکڑ کے عذر تقصیر کیا - اور گنبد سے باہر نکل کے فرخندہ کو ساتھ لیا اور بجرے پر سوار ہوکے بہ‌خوشی تمام قلعے میں داخل ہوا -

اس وقت فرخندہ نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ''جہاں‌پناہ! اس شہر میں ایک سوداگر ہے، اسی کے بہ‌سبب اس لونڈی نے یہ چلتّر کئے اور پھر قدم آپ کے دیکھے - میں نے اس کو اپنا باپ کیا ہے - اور اس نے میرے واسطے اپنا زر بے شمار صرف کیا ہے - آپ کو لازم ہے کہ جو روپے اس کے خرچ ہوئے ہوں اس سے چوگنے اسے دلا دیجئیے - اور اس حسن خدمت کے عوض اس کو سرفراز کیجئیے'' -

بادشاہ نے فرمایا کہ "اس کو بلا لو!"۔

فرخندہ نے بہ موجب حکم حضور کے دانش مند کو طلب فرمایا۔

دانش مند بہ موجب طلب کے حضور شاہ میں حاضر ہوا اور آداب بجا لایا۔

بادشاہ نے اس پر بہت سی مہربانی کی اور جو روپے اس کے فرخندہ کے کہنے سے خرچ ہوئے تھے اس سے چوگنے اسے عنایت کئے۔ اور حق اس کا سمجھ کے خلعت وزارت کا مرحمت کیا۔ اور آپ فرخندہ کے ساتھ عیش و عشرت سے بسر کرنے لگا۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔ بیت

ایک دن آگے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو
شب فرقت تو الٰہی نہ دکھانا ہم کو

نظم خاتمہ

کہانی جو فرخندہ کی میں کہی
غلط سمجھیو مت یہ ہے سب صحیح

بہت خون دل اس میں کھایا ہے میں
مزہ خوب سا اس میں پایا ہے میں

رکھا چار گلشن جو میں اس کا نام
رہے گی خزاں دور اس سے مدام

سنے جو کوئی اس کو کیجو یقین

پکڑے گا مصنّف کو بس آفرین

کہانی ہوئی اب یہاں سے تمام
بہ حق محمد علیہ السلام

شکنتلا
مولفہ
مرزا کاظم علی جوان
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۳

ہفت گلشن
مولفہ
مظہر علی خاں ولا
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۳

مادھونل اور کام کندلا
مولفہ
مظہر علی خاں ولا
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۵

مختصر کہانیاں
مولفہ
سید حیدر بخش حیدری
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۶

دیوان حیدری
مولفہ
سید حیدر بخش حیدری
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۶

تذکرۂ حیدری
مولفہ
سید حیدر بخش حیدری
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۳

گلزار چین
مولفہ
خلیل علی خاں اشک
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۵

رسالۂ کائنات
مولفہ
خلیل علی خاں اشک
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۲

چار گلشن
مولفہ
بینی نارائن جہاں
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۶

دیوان مبتلا
مولفہ
عبیداللہ خاں مبتلا
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۶

مراثیٔ جراءت
مولفہ
شیخ قلندر بخش جراءت
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۳

سیاحت نامہ
مولفہ
نواب کریم خاں
ترتیب و مقدمہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۱۰
(زیر طبع)

اردو دنیا ★ آرام باغ روڈ ★ کراچی — ۱